

ایسی کی تھی



نویہ ظفر کیانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ایسی کی ایسی

طنز و مزاح پر مبنی مجموعہ کلام

نوید ظفر کیانی

مکتبہ ارمغانِ ایتسلا

<http://naveedzafarkiani.wordpress.com>
www.facebook.com/nzkiani

عمران خان کی لازوال مسکراہٹ کے نام
جسے ریکارڈ مقدمات اور غیر منصفانہ قید و بند بھی ماند نہ کر سکی



اُن فتنہ ساز دہر کا اپنا ہی مکوٹھ پ چکا
جو کہتے تھے کہ پستان کی ایسی کی تیسری ہو گئی



فہرست

۱۳	۱ حمد (لرک)
۱۴	۲ نعت (ترانچے)
۱۵	۳ کیوں خود چلیں اب اُن کو جلائے بغیر ہم
۱۷	۴ سب لگے ہیں اپنی اپنی دوڑ پر
۱۹	۵ سرال کا تماشا (پیروڈی)
۲۳	۶ آخرش پتلی گلی سے بھی نکل سکتا تھا
۲۵	۷ نہ مارے پریت ایسا تو نہیں ہے
۲۷	۸ پھٹان (قطعہ)
۲۷	۹ دیوانی مقدمہ (قطعہ)
۲۸	۱۰ اتنی عزت پہ بھی کب اُس کو برا لگتا ہے



۳۱	۱۱	کیمڑے پا سے جانواں (لرک)
۳۲	۱۲	آپ کو دیکھ کر دیکھتا رہ گیا
۳۴	۱۳	نکل لے! (کلم معین)
۳۵	۱۴	میں عید ملنے گیا تھا ہوتی تو عید ہوتی
۳۸	۱۵	بس صورت سیلاب چڑھی آتی ہے کجنت (مخمس برغزل)
۴۱	۱۶	کمزوروں میں ہیں وہ شیر
۴۳	۱۷	اپنی زباں سے ہم ہوا، اچھا نہیں ہوا
۴۵	۱۸	نا معلوم افراد (قطعہ)
۴۵	۱۹	یار (قطعہ)
۴۶	۲۰	یوں جانے کو تو وہ بے شک گیا ہے
۴۹	۲۱	خیر اندیش سمجھتا ہے تو لالے مجھ کو
۵۱	۲۲	اخبار کا بقیہ (کلم معین)
۵۲	۲۳	پوچھا و باء نے حال تو اچھا نہیں ہوا
۵۳	۲۴	ہے یار مار جب سے مسبب کے طور پر
۵۶	۲۵	مچھر (قطعہ)
۵۶	۲۶	ہنوز (قطعہ)
۵۷	۲۷	حسب معمول میں



۵۹	۲۸	کالمانہ جگت ہی لکھتا ہوں
۶۱	۲۹	کشکول (علم معین)
۶۲	۳۰	جیون تو گزارا ہے بڑا سوچ سمجھ کر
۶۳	۳۱	زبان خلق کی اوقات کیا اُن کی نظر میں ہے
۶۶	۳۲	ریٹ (قطعہ)
۶۶	۳۳	نئے دیوانے (قطعہ)
۶۷	۳۴	دل تو الگ ہے جان کی ایسی کی تہی ہو گئی
۶۹	۳۵	ہاتھ آئیں تو عشاق کو پڑ جاتا ہے فوراً
۷۱	۳۶	مانس (لرک)
۷۲	۳۷	”پور“ جیسے ہیں نہ ”مائی“ جیسے
۷۴	۳۸	شرط (قطعہ)
۷۴	۳۹	بد معاش (قطعہ)
۷۵	۴۰	ہاتھ نیگم کا جو بتاتے ہیں
۷۷	۴۱	پرکھنے برتنے کا قصہ نہیں
۷۹	۴۲	نثر نشہ ہے (قطعہ)
۷۹	۴۳	اپنا کتا ٹامی (قطعہ)
۸۰	۴۴	آپ کا پیسہ مرے دل میں سمائے تو سہی





۸۲	دیکھیں مال عقد میں کیا پارہا ہے وہ	۴۵
۸۴	رمضان میں (تظم معین)	۴۶
۸۵	وہ لاکھ ہو کے آئیں، کوئی فائدہ نہیں	۴۷
۸۸	یوں یادوں کے کولہو میں مجھے جوڑ چلا ہے	۴۸
۹۰	خوش فہمی (قطعہ)	۴۹
۹۰	تو کیا ہوا (قطعہ)	۵۰
۹۱	وہ کیسے بات کرتا ہے اکڑ کے	۵۱
۹۳	پکڑ کے کیا کریں، کیا جانے میرا حال خبیث	۵۲
۹۵	برسات اور بازار (تظم معین)	۵۳
۹۶	عشق نے دی بھی اگر مار کوئی بات نہیں	۵۴
۹۹	پروفیسر (قطعہ)	۵۵
۹۹	صادق و امین (قطعہ)	۵۶
۱۰۰	جا بجا طوئیں طلاطم کو پکڑتے رہتا	۵۷
۱۰۳	مطب کی انتظار گاہ کا ایک نوٹس (منظوم لطیفہ)	۵۸
۱۰۴	کک لگاتے ہو آتے جاتے ہوئے	۵۹
۱۰۶	نسوار (لمرک)	۶۰
۱۰۷	اُسے اُس جیسا لکرایا تو ہوتا	۶۱



۱۰۹	۶۲	اور یہ کیٹیاں (قطعہ)
۱۰۹	۶۳	ہوٹلنگ (قطعہ)
۱۱۰	۶۴	حسیناؤں میں دل کی حریف ایک تھی
۱۱۲	۶۵	یوم سسرال (قوالی)
۱۲۰	۶۶	درہوئے منصف بھی اب کے، فیصلہ بھی کالعدم
۱۲۲	۶۷	قانون (ظلم معین)
۱۲۳	۶۸	رنگ میں بھنگ رقیبوں کا ہی دستور نہیں
۱۲۵	۶۹	سماج آن کے رستہ تو ڈک رہا ہے ابھی
۱۲۷	۷۰	بے مہار اپنے شوہر نہیں چھوڑتے
۱۲۹	۷۱	لوٹے (قطعہ)
۱۲۹	۷۲	ہر وقت (قطعہ)
۱۳۰	۷۳	مطمئن دل لگا کے ہوتے ہیں
۱۳۲	۷۴	سموسے (ظلم)
۱۳۵	۷۵	آف لیڈر قومی تیری یک چشمی نجریا
۱۳۶	۷۶	ہوں (ظلم معین)
۱۳۸	۷۷	سانحہ ایسا بھی ہو گا یہ کبھی سوچا نہ تھا
۱۴۰	۷۸	دل کو لہاتی ہے ہر گوری کالی تم کو



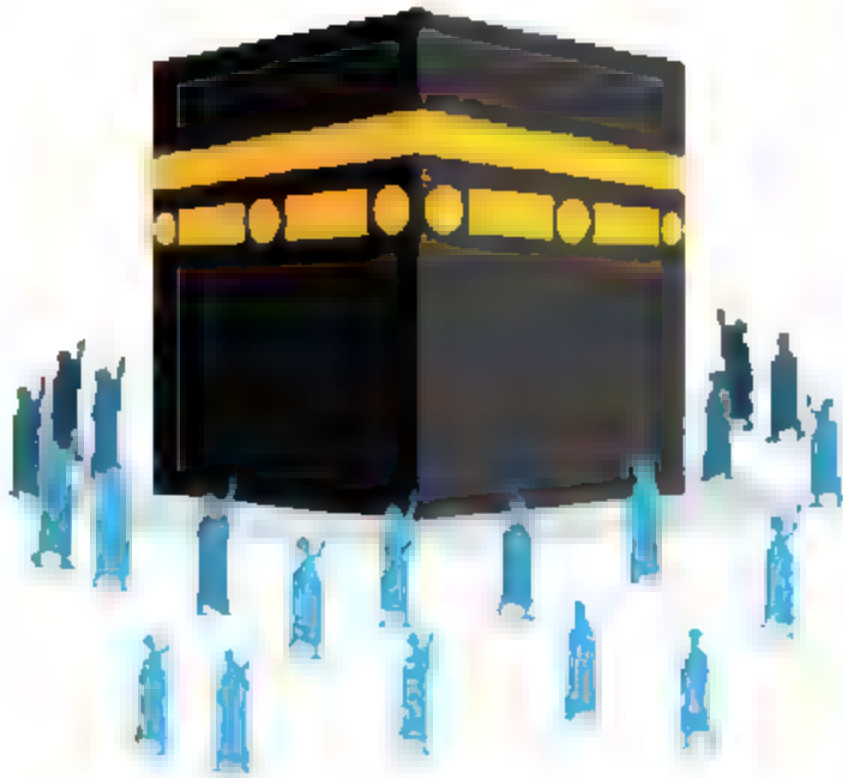
۱۴۲	شکاری کی بیوی (منظوم لطیفہ)	۷۹
۱۴۳	محبت کرنے والا بے دھیانا ہو تو کیسا ہو	۸۰
۱۴۷	سہولت کار (ترانے)	۸۱
۱۴۸	سافر (قطعہ)	۸۲
۱۴۸	آئی ایم ایف سے معاہدہ (قطعہ)	۸۳
۱۴۹	تجھ سے ملنے میں دلدر تو نہیں ہے جاناں!	۸۴
۱۵۱	تری یادوں کے چھر کاٹتے ہیں	۸۵
۱۵۳	سیر اور سوا سیر (قطعہ)	۸۶
۱۵۳	پر دو پوزیل (قطعہ)	۸۷
۱۵۵	ہیر کے عشق نے دیوانہ کیا رانجے کو	۸۸
۱۵۷	باہر کی چیزیں (منظوم لطیفہ)	۸۹
۱۵۸	آگ بگولا کیوں ہوتی	۹۰
۱۶۰	ریٹائرمنٹ (لظم)	۹۱
۱۶۳	ہجو سیئے، خراج ہے اس میں	۹۲
۱۶۶	یوٹیلیٹی سٹور (لمرک)	۹۳
۱۶۷	اگر ہیں بھوت لاتوں کے	۹۴
۱۷۱	قلبی دالوں سے (قطعہ)	۹۵

- ۹۶ دانشور (قطعہ) ۱۷۱
- ۹۷ مجھے رگڑتے ہیں ایسے ویسے تمہارے ہوتے ہوئے سٹمکر! ۱۷۲
- ۹۸ جس جگہ ہیر مرے ساتھ تھی ہونے والی (مخمس برغزل) ۱۷۳
- ۹۹ چلبلا ہے تمہارے ہوتے ہوئے ۱۷۷
- ۱۰۰ ناخلف بیٹا (منظوم لطیفہ) ۱۸۰
- ۱۰۱ ایک زبان (قطعہ) ۱۸۱
- ۱۰۲ سڑک کے پار (قطعہ) ۱۸۱
- ۱۰۳ کیو تر بھی تو کاں کا ہی کلیشے ہے ۱۸۲
- ۱۰۴ پکڑوں کی فضیلت (نظم) ۱۸۳
- ۱۰۵ بیگم کے تکلم کو نہ یوں رعد کئے جا ۱۸۸
- ۱۰۶ نہ چھیڑ ملنگاں نوں (لرک) ۱۹۰
- ۱۰۷ آج کے دن ہے یہی کارگزاری اپنی ۱۹۱
- ۱۰۸ قوم کے مقدر سے جو ہمیشہ کھیلا ہے ۱۹۳
- ۱۰۹ اک بال (قطعہ) ۱۹۵
- ۱۱۰ کچھ شاعروں نے خون جلا یا ہے ویر تک ۱۹۶
- ۱۱۱ --- اور یہ مقتدر (تریلے) ۱۹۹
- ۱۱۲ اغلط ہیں جو کہتے ہیں کہ ملک کا سسٹم الٹا ہے (آزاد غزل) ۲۰۰

- ۲۰۳ ۱۱۳ تاڑ میں نارکا ہے باپ ارے باپ ارے باپ
- ۲۰۶ ۱۱۴ میچنگ (منظوم لطیفہ)
- ۲۰۷ ۱۱۵ محبت کے سبق سارے میاں کو یاد بھی ہوں گے
- ۲۱۰ ۱۱۶ شیور کی مرغیاں (قطعہ)
- ۲۱۰ ۱۱۷ جواز (قطعہ)
- ۲۱۱ ۱۱۸ میں نے اُس سے کہا بھول ہو جاتی ہے۔۔۔
- ۲۱۳ ۱۱۹ بنے ہیں بھونڈ بھی غنوار، چل کے دیکھتے ہیں (مخمس برغزل)
- ۲۱۶ ۱۲۰ اگر چہ ہے نری بوتل ذرا خیال رہے
- ۲۱۹ ۱۲۱ منافقت (تراخیلہ)
- ۲۲۰ ۱۲۲ کس لئے سچائیوں سے کوئی اپنے جسم کی۔۔۔ (آزاد غزل)
- ۲۲۲ ۱۲۳ سچ پر کیونکر ہو جاتی ہے سب کی رائے گڈ گڈ
- ۲۲۳ ۱۲۴ چند زبایاں



حمزہ
(سرب)



حمد اُس خالق کی جس نے ایک سے انساں بنائے
عقل بخشی اور شعور ذات کے سماں بنائے
کر سکی پر اپنی مت
ہضم کب انسانیت
خود کو سید، چودھری، راجہ، وڈیرہ، حناں بنائے

نعت

(تریلے)



ہر مسماں کی ہے ریڈ لائن فقط ذاتِ رسول ﷺ
 اُن کی حرمت پر فساد ہم سب کا تن من دھن سدا
 مولوی تو مولوی ”مجھ مئے“ بھی اس حد پہ کول
 ہر مسماں کی ہے ریڈ لائن فقط ذاتِ رسول ﷺ
 خیر چاہیں دھمن ایساں تو پھر حبا ئیں نہ بھول
 شرط ایساں اور کیا ہے، بس محمد ﷺ سے وفا
 ہر مسماں کی ہے ریڈ لائن فقط ذاتِ رسول ﷺ
 اُن کی حرمت پر فساد ہم سب کا تن من دھن سدا



کیوں خود چلیں اب ان کو جلائے بغیر ہم
آ کوئے یار چل کے جلاتے ہیں ”سیر“ ہم

تیری گل کے کتے پھٹکنے نہ دیں مسترب
تو اب کیا ان سے رکھیں رقیبوں کا سیر ہم

گھر والی ”نام“ آن کو بھی ”جیری“ بنائے تھی
آئے تھے خان صاحب سے سنئے ”نہ خیر“ ہم

تو گویا یہ بھی عشق کی محسبوری بن گیا
گوری کی شکل دیکھ کے دیکھیں نہ پیر ہم



اس واسطے تو حوصلے دشمن کے بڑھ گئے
کرتے نہیں ہیں ان پہ جو بابا جو "فسیر" ہم

ساون ہے اور پنڈی کا ساون ہے ہائے ہائے
اب جاتے ہیں ادھر سے ادھر تیر تیر ہم

دل بھی بہ فیض حسن بنا ہے مستم کدہ
سورکتے ہیں دیار حرم میں بھی دیر ہم

حالات اپنے شہر کے اب اس منج پہ ہیں
شکرانہ ہو گا واجب جو لوئے بخیر ہم

تعلیم و تربیت کو سیاست جو ہے ظفر
جاتے ہیں یونیورسٹی میں کرنے کو سیر ہم





سب لگے ہیں اپنی اپنی دوڑ پر
اور ہم ہیں کب سے نازک — موڑ پر

اک بچ نے مجھ سے اٹھلا کر کہا
تیری ماں بہنیں نہیں کیا؟ چھوڑ، پرا

ڈھیٹ پن کا ہے زمانہ کیا کریں
شرم کیوں آئے کسی بھی کھوڑ پر

میرا ارماں ہے کوئی گلڑی نہیں
کھینچ آس کی کھال نہ بھنبھوڑ پر



کچھ تو جہل نگر نمیسروں کو جگا
اُن کے کانوں کو پکڑ جھنجھوڑ پر

اب حقیقی مقتدر ہیں نیوٹرل
ساتھ دے کر رشہ بے جوڑ پر

دو ہٹا بتیس ہیں اس کے دانت بھی
منس رہا تھا جو ہمارے "ہوڑ" پر

بھاگنے نہ پائے گا سنکر سرا
ناکہ لگ جہائے اگر ہا جوڑ پر

تجھ کو اڑنا ہے بہر صورت ظفر
اگ نہیں پاتے تو بے شک اوڑھ پر



سرال کیا تماشا

(ظہیر اکبر آبادی کی نظم ”دنیا کا تماشا“ کی مدروسی)

یہ جتنا سروں کا اب جا بجا تماشا ہے
جو غور کی تو یہ سب ایک سا تماشا ہے
نہ جانو کم اسے یارو بڑا تماشا ہے
جسے ٹولیں وہ اک نیا تماشا ہے
غرض میں کیا کہوں سرال کیا تماشا ہے

جسے بھی دیکھئے ہر بیچ اس کا ہے ڈھیلا
کے بتاؤں میں النساء کے کہوں سیدھا
یہ وہ تماشا ہے جس کو کسی نے کب سمجھا
عجیب ”زُو“ کی یہ اک سیر ہے اہا ہا ہا!
غرض میں کیا کہوں سرال کیا تماشا ہے

یہ ساس ہیں کہ جو لفظوں کی گھٹی لڑتی ہیں
ہو ریسر بھی معتابل تو کب بچھڑتی ہیں
ہمیشہ گچی سے داماد کو پکڑتی ہیں
انہیں سنبھالنا مشکل ہے جب بگڑتی ہیں
غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے

یوں دیکھنے میں تو پاؤں پہ چلتی پھرتی ہیں
حقیقتوں میں وہ کاندھے بدلتی پھرتی ہیں
دل داماد کو ہر دم مسلتی پھرتی ہیں
ہر ایک بات پہ کیا کیا اچھلتی پھرتی ہیں
غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے

وہ جو لگا کے یہ ساری دوکان بیٹھے ہیں
نکائے سب کی ہی باتوں پہ کان بیٹھے ہیں
سر ہیں اور بنے پاسبان بیٹھے ہیں
عجیب شان ہے، لگتا ہے ڈان بیٹھے ہیں
غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے



یوں پیش اس تو حضرت زے لسنڈورے ہیں
مگر یہ اپنے تسیں تو گھنوں کے پورے ہیں
خیال حنام ہے داماد کا کہ نورے ہیں
بہت بڑی طرح گستاخیوں پہ گھورے ہیں
غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے

یہ سالے ہیں جو بڑے رعب سے پکارے ہیں
اُمّ نہیں ہیں مسکرتاری گھمارے ہیں
بدیسی فلموں کے ہیر کی شکل دھارے ہیں
وہ مینڈکی ہیں جو ہاتھی کو لاسے مارے ہیں
غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے

پڑھائی میں نہیں لگتا ہے ان کا من یکسر
لگائے رکھتے ہیں سیل فون اپنے کانوں پر
ہمیشہ محو اسی دھندے میں ہیں شام و صبح
پھر ان کو منکر کسی اور کی رہے کیونکر
غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے

یہ سالی ہے جو ادائیں لساتی پھرتی ہے
 نہ منہ نہ مٹھا ہے، پھر بھی دکھاتی پھرتی ہے
 دوکان بیوٹی کی منہ پر اٹھائے پھرتی ہے
 حجاب آتا نہیں پر لبائے پھرتی ہے
 غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے

ہمیشہ ٹھیکے پہ دھرتی ہے ڈولہا بھائی کو
 کہ جیسے حنا نہیں ہو وہ حنا سا ماں ہو
 سو بچہ سرا یا سا ہے نفسیاتی طور پہ وہ
 وہاں پہ اس کو فقط حنا سا ماں ہی سمجھو
 غرض میں کیا کہوں سسرال کیا تمنا ہے





آخرش پستل گل سے بھی نکل سکتا تھا
تم اُسے ٹالنا چاہتے تو وہ نل سکتا تھا

اہل ملتان بھی پنڈی میں تھے ہفیا ئے ہوئے
اتنی گرمی تھی کہ انڈہ بھی اہل سکتا تھا

تیرے غزروں نے بنایا میرے جذبوں کا احپار
اس مسالے میں تو ہر خواب ہی گل سکتا تھا

حبانو مانو کو عبث کال ملاتا تھا کوئی
شب گزاری کے لئے پڑھ تو نفسل سکتا تھا

اتنا لچڑ بھی کوئی ہم نے کہاں دیکھا ہے
اُس کی باتوں پہ پئے ردِ عمل ”سکتا“ ہوتا

بد نصیبی سے جو اس قوم کا دانشور ہوتا
وہ کسی اور کے آنگن میں ہی پھسل سکتا ہوتا

اس قدر ڈیمو کریسی کا تھا اس میں کیڑا
جسے بوجھتے مکھی کو نکل سکتا ہوتا

خوب نہ تھا میری چنگ چھی سے تو پیدل چلتا
”تم کو جلدی تھی، کوئی حل بھی نکل سکتا ہوتا“

تم مجھے بھونڈ سمجھتے ہو، اُسے تو دیکھو
ایسا چکنا ہے کہ ہر کوئی پھسل سکتا ہوتا

حسن ہرنی ہی سہی، عشق کوئی ٹل ہی سہی
روحِ درد تعلق میں تو ڈھسل سکتا ہوتا



نہ مارے پریت، ایسا تو نہیں ہے
یہ نیم امریت ایسا تو نہیں ہے

کروں میں پاپ گانے ہنم سب کے
یہ سُرنگیت ایسا تو نہیں ہے

جو اکسائے گدھے کو رہ سکنے پر
ہمارا گیت ایسا تو نہیں ہے

دو لٹی جھاڑتا ہے گاہے گاہے
اگرچہ میت ایسا تو نہیں ہے



اڑنگی بازوں کو دے دوں معافی
خمار جیت ایسا تو نہیں ہے

ہمیں کو باندھ رکھے اور حیا ہے
ہمیں سے بیت ایسا تو نہیں ہے

سیاست میں بنے بندے کا پستر
کوئی عفریت ایسا تو نہیں ہے

کتابی چہرہ ہو نظموں کے آگے
دھروں نہ جیت ایسا تو نہیں ہے

رہوں میں خوار سر اسیل کی تانی
بنام ریت ایسا تو نہیں ہے





پھشان

نکال دوں گا میں سب تیری ”پی ڈی ایم گردی“
مجھے اب اتنا بھی ”عمران حسان“ مت کیجو
جو پھسٹ پڑا تو پر فحش ترے بھی اڑنے ہیں
کسی ہنسان کو ناحق ”پھشان“ مت کیجو

دیوانی مقدمہ

سدا سے شارٹ لمبر ہے دوانہ
اگرچہ عشق طولانی سا ہے کچھ
جو دائر حسن کی سرکار میں ہے
مقدمہ وہ تو دیوانی سا ہے کچھ



اتنی "عزت" پہ بھی کب اس کو نہ الگتا ہے
تیسرا دیوانہ کوئی چکنا گھسڑا لگتا ہے

ناپتے دیکھا ہے اوروں کے فتد ہی اکشر
جو گھسڑا ہو تو ہمیں بیٹھا ہوا لگتا ہے

اپنے جس یار پہ تکیہ ہے ہر کوئے عدو
کار تو سوں میں وہی ایک چپلا لگتا ہے



عید پر اب کوئی فتویٰ میرے سالے پر بھی
یہ بھی بھینے کی طرح خوب پلا لگتا ہے

میرے یاروں میں چھڑا چھانٹ رہا کب کوئی
”جس کو دیکھو وہ گرفتار بلا لگتا ہے“

”رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاسٹانوں پر“
اور فدوی حیرے ٹھیکے پہ دھس لگتا ہے

اس کی طینت کی جزیں زیر زمیں بھی ہیں کہیں
جتنا دکھتا ہے وہ کچھ اس سے سوا لگتا ہے

جا کے دیکھا ہے کبھی رزم گہ الفت میں
یہ وہ میدان ہے جہاں گھوڑا گدھا لگتا ہے

ہائے آزار لگا کیسا ترے عاشق کو
آم لگتا ہے مگر چوسا ہوا لگتا ہے





محبّت یاراں کی خوش باش فضا سے اٹھ کر
گھر سدھارا ہے تو وہ ”جیل گیا“ لگتا ہے

اہر رسوائی ہے پر سچ ہے کہ گھر والی سے
ڈانٹ کھانا بھی ہمیں جزو غذا لگتا ہے

مسکرا کر کوئی دیکھے تو میں چونک اٹھتا ہوں
بانس پر خود کو چڑھایا ہوا سا لگتا ہے

جدہ سہو کی نوبت نہ پڑے حبیبوں میں
اپنا سسرال اگر قبلہ نہ لگتا ہے

اک ذرا ”ڈمیٹ ہنا“ چاہیے لیڈر میں غفتر
کبھی جوتا بھی سر انجمن آ لگتا ہے



کھڑے پاؤں جہاں؟



بیوی کہتی ہے کہ آنا لے کر آئیں
 آپ تبھی روٹی کی توقع منسٹر مائیں
 آنا لینے والوں کی
 لمبی سی ہے لائن بھی
 سنسکرپٹوریں یا ہم دستر کو حبا ئیں



”آپ کو دیکھ کر دیکھتا رہ گیا“
ہائے میک اپ جو اُترا تو کیا رہ گیا

اب محبت میں بھی جھوٹ بن نہیں
اب مرے پاس بس آئینہ رہ گیا

ایسی مقراض حالات کی چپل گئی
قوم کا رہنما ”ڈوم کٹا“ رہ گیا

اب علاج غم دل نہیں ہے کوئی
اب تو جھسا پڑی ہیر دوارہ گیا

نگل لے



نگل لے!

ابھی وقت ہے گا

ابھی تک تسجولا نہیں ہے

جو شادی شدہ ہیں انہیں دیکھ لے تو

یہ پچندہ ہے جسجولا نہیں ہے

عمل سخت ہے گا

نگل لے!



میں عید ملنے گیا تھا، ہوتی تو عید ہوتی
عذو کے گھر میں نہ جا کھلوتی تو عید ہوتی

تمام جنس و فسا تھماتی، مجھے لہماتی
لگاتی اس پر نہ وہ کٹوتی تو عید ہوتی

نہ ”وڈکے“ آتے، نہ جنگ کرتے، نہ تنگ کرتے
نہ یاد آتی نواسی پوتی تو عید ہوتی



وہ عیدی تو کیا بھتا رہی نہ کسی کو دے گا
تو ایسے کئے کو آج چوتی تو عید ہوتی

وہ پیٹ اور شرٹ میں ملا ہے تو تنگ سا ہے
پہنتا "اے سی" بنام دھوتی تو عید ہوتی

جو اپنے گھر سے نکل پڑا میں، پھسل پڑا میں
یہ چشم برسات یوں نہ روتی تو عید ہوتی

وہ مجھ سے مل کر جو کھلکھلاتا، میں کھل صاحباتا
دکھاتا اپنے دہن کے موتی تو عید ہوتی

میں اس کے راڈار میں جو آتا تو کیا کساتا
سمجھ کے لسی مجھے بلوتی تو عید ہوتی؟

میاں ہی جیسی تھی بکروں کی بھی صدائے میں میں
جو سنتے اثرات یکساں صوتی تو عید ہوتی



یہ تیل لاہور پئے کیا حناک ہضم ہوگا
کھلاتے اُس کو جو کھوتا کھوتی تو عید ہوتی

قائی آئے تو اپنی ستر بانی وقت پر ہو
نہ ہوتی درپیش یہ چنوتی تو عید ہوتی

اُسے سنا تاسیں سارا دیوان ہی اُٹھا کر
(جسے خارش غزل کی بہوتی) تو عید ہوتی





(محس برغزل نظیر اکبر آبادی)

بس صورت سیلاب چہرہ می آئی ہے کم بخت
کیوں مد نظر رکھنے نہیں پاکی ہے کم بخت
اک شے جسے کہتے ہیں شکیبائی ہے کم بخت
”اے چشم جو یہ اشک تو بھر لائی ہے کم بخت
اس میں تو سراسر میری رسوائی ہے کم بخت“

کچھ مار دیں چولیس تو یہ لب کرتے ہیں افسوس
ہو جائے جو احساس تو سب کرتے ہیں افسوس
جو ڈھیلے ازل سے ہیں وہ کب کرتے ہیں افسوس
”لڑنے کو لڑے اُس سے پر اب کرتے ہیں افسوس
افسوس عجب اپنی بھی دانائی ہے کم بخت“

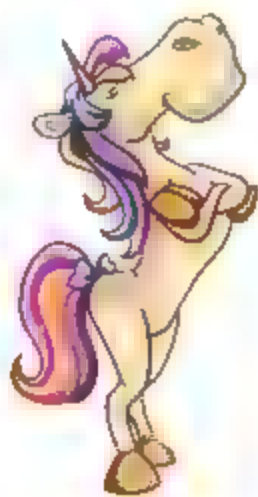
اس فکر میں کیوں گھات لگائے ہے ارے چرخ
لگ جائے نہ سرشاری میں وہ میرے گلے چرخ
وہ ہیر نہ میں رانجھا سو کیوں کھیڑے بنے چرخ
”اک بات بھی مل کر نہ کریں اُس سے ہم اے چرخ
کیا تجھ کو یہی بات پسند آئی ہے کم بخت“

کہتے وہ تو اترے تجھے ”چل اے چل“ ہیں
کیوں مندرض کئے بیٹھے ہیں کچھ ردِ غسل ہیں
سچ پوچھیں تو خود اپنے تسلیں ہم تو چل ہیں
”وہ تو نہیں واقف پہ ہمیں دل میں فہل ہیں
کس منہ سے کہیں ہم نے قسم کھائی ہے کم بخت“

مسکن نہیں کر پائیں ترے دل کو مسکن
ایسا کوئی دنیا میں نہ منتر ہے نہ جنتر
بہتر ہے کہ وہ صرف ہی اب بھیج دو اس پر
”اُس حجامِ نگوں سے مئےِ راحت نہ طلب کر
یاں بادہ نہیں بادِ یہ پیمائی ہے کم بخت“

اُتراتا ہے یوں جیسے ہلالی ہے اے سرو
کچھ اور نہیں خلعتِ مولائی ہے اے سرو
محنت تیری کیا اس پہ بھلا آئی ہے اے سرو
”اس قدم میں جو رعنائی و زیبائی ہے اے سرو
مست بھول کہ وہ تو نے نہیں پائی ہے کم بخت۔“

اب دیکھنا ہے تیرا عدالت کی عبث راہ
چھوڑ اس کو کہ ہے خوگر بیداد وہ گمراہ
ہوتی رہی ہے جس کے سبب ہر گھڑی فساد فساد
”توڑے ہیں بہت ہیشہ دل جس نے نظیر آہ
پھر سپر خ وہی گنہ مینائی ہے کم بخت۔“





کمزوروں میں ہیں وہ شیر
زور و زر کے آگے ڈھیر

یہ کیسی مہماں داری
طوطے ہیں کہ کستریں بھر

آ جاتا ہے پھر جو کر
قوم نے پھینسا تو ہے بہتیر

خواب سے آختر اٹھ بیٹھے
سارے دشمن کر کے زیر

ٹھیکے پر میں دھرا رہوں
کیا کہتا ہے جہانگیر؟



جب دیوار سے لگ جائے
بزدل بھی ہو جائے دسیر

سچ کا رستہ سیدھا تیر
اس میں کوئی مسیر نہ پھیر

ٹانگے شو میں آتے ہیں
لڑنے والے حنا میں بشیر

تیسرا ہر گوا ہو سفید
یتا بھی اب نہیں اندھیر

ناپ کے دیکھو چٹوں سے
ہو گا کتنا دُور پریر

مسل جائے تعویذِ ظفر
قدموں میں محبوب ہو ڈھیر



اپنی زباں سے ”ہم“ ہوا اچھا نہیں ہوا
یوں آپ محترم ہوا اچھا نہیں ہوا

اسلاف کے نیام کی شمشیر مت مسگر
سکھول اب قتل ہوا اچھا نہیں ہوا

میں آگیا غنیم کے زغے میں اور پھر
جو بھی ”خدا قسم“ ہوا اچھا نہیں ہوا

دھاڑا تھا اور اُس پہ جو آیا پلٹ کے میں
گیدڑ وہ ایک دم ہوا اچھا نہیں ہوا



محفوظ بہر شوہراں سسرال بھی نہیں
یہ ”مرز طور حتم“ ہوا، اچھا نہیں ہوا

دلہن پہ رعب جھاڑتے مارا گیا دولہا
یکخت ایک ”چمچ“ ہوا، اچھا نہیں ہوا

بے پاک ہونا ایک ضرورت تھی عشق کی
کیوں پاس آزم ہوا، اچھا نہیں ہوا

ایسا تو تاڑوں سے کبھی پہلے ہوا نہ تھا
دیدہ مسرا پنم ہوا، اچھا نہیں ہوا

سرقہ کیا تھا حضرت غالب کا، یہ ظفر
”خود کش قسم کا ہم“ ہوا اچھا نہیں ہوا



نامعلوم انفراد

نیوٹرل خود کو مسلسل کہے جاتے ہیں مسگر
نیوٹرل بن کے کسی طور دکھاتے بھی نہیں
پاک دامان بھی ہیں، چنگے بھی ہیں جباری ان کے
”صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں“

یار

میں دیئے جاؤں ٹھوکا اُسے کب تک آخر
ساتھ بیٹھا ہے مگر ساتھ نہیں دے پاتا
یار باشی اُسے آتی نہیں رتی بھر بھی
امتحانوں میں مجھے نقل نہیں کرواتا



یوں جانے کو تو وہ بے شک گیا ہے
مگر کہہ کر مجھے ”گڈ لک“ کیا ہے

وہ جھگڑا تو بہت تھا مجھ سے لیکن
بہت سی چھوڑ کے بک جھک گیا ہے

فساد لکھ رہے تھے ڈاکشتری
سو پاؤں چلتے چلتے تھک گیا ہے

تھا داغوں داغ اس نے کادامن
جوسب پر داغ کر اُٹلک گیا ہے



یہ "ٹانک شو" کا طرز آگئی ہے
کوئی آنکھوں کو جیسے ڈھک گیا ہے

اگرچہ جہاں چکا انگریز کب کا
بہر سو چھوڑ کر دیک گیا ہے

محبت بھی ہے اک شغل فراغت
اسے دیکھا ہے وہ جب تک گیا ہے

اسے خرا لے جوتے نشر کرنے
سومنہ کا کھول کے پھانک گیا ہے

نہ دوڑا تو سن احساس کیوکر
زمانہ جڑ کے تو چا بک گیا ہے

خفا ہو کر کیا ہو غضب جیسے
کسی کا غمزہ و چشمک گیا ہے



وہ ”پوپائے“ ہے آخر کس مہم پر
کہ کھا کر آج پھر پالک گیا ہے

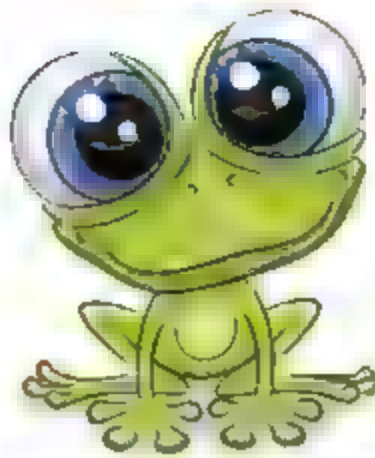
حیلو پالیں کسی جھوٹے کا دھوکہ
ثمر امید کا پھر پک گیا ہے

میاں جی کی ہے میت صاف ظاہر
لے سسرال میں گندھک گیا ہے

بڑی تلوار بازی ہو رہی تھی
قلم کو سونٹا لٹک گیا ہے

وہاں تک بات تو پہنچی ظفر کی
جہاں تک صورت ڈھولک گیا ہے





خیر اندیش سمجھتا ہے تو لالے مجھ کو
”یہ تری سادہ دلی مار نہ ڈالے مجھ کو“

دوست لے کر جو اڑنچھو ہوا لیکشن کے دن
اُس کے کرتوت کیوں لگتے نہیں کالے مجھ کو

میں نے تفصیل سے تاڑا ہے تجھے تو کیا ہے
تیسرے دیدے بھی تو تجھے دیکھنے والے مجھ کو

ہائے اس شوخ کو ہے خیر کی تو قسیق کہاں
دعوتِ عام تو ہے، آ کے پشالے مجھ کو



رات سونے کے لئے ہوتی ہے، کیوں فون کروں
سچ کہوں ایسے تو آتے نہیں چہالے مجھ کو

میں تو لوہے کا چننا ہوں کہ چبائے نہ بنے
تر نوالہ تو نہیں ہوں کہ تو کھالے مجھ کو

اپنے بڑا حوں سے مل لے کہ کوئی بات بنے
کون کہتا ہے دکھا پاؤں کے چہالے مجھ کو

کاش تجھ کو بھی کوئی ایسی ہی شے نکرائے
جیسے جینے نہیں دیتے میسرے سالے مجھ کو

اُس کی پتلون ہے ڈھیلی سو کرے ہے اعراض
اپنی پتلون سنبھالے یا سنبھالے مجھ کو



اخبار کا تیر



کولبس نے
اگر امریکہ ڈھونڈا ہے
تو اس میں ہے کمال اس کا بھلا کیونکر
چلیں تو کٹ ہی جاتا ہے سفر آہستہ آہستہ
میں تب مانوں اگر اخبار میں گھس کر
خبر کا بقیہ ڈھونڈا ہے
کولبس نے



پوچھا و باہ نے حال تو اچھا نہیں ہوا
پہنچا میں ہسپتال تو اچھا نہیں ہوا

کھانا پکا لیا ہے میاں نے برا بھلا
لیکن کچن کے تال تو اچھا نہیں ہوا

ٹنڈ پر چپت رسیدی تو آیا بڑا سزا
کھینچے ہمارے بال تو اچھا نہیں ہوا

اپنی دفعہ وہ بات سدا مختصر کرے
میں نے ملائی کال تو اچھا نہیں ہوا



لاڑے نے بے خیالی میں آدھا چپا لیا
منہ پر دھرا رومال تو اچھا نہیں ہوا

حاصل رہا عروج تو نکلتے نہ تھے قدم
آیا مسگر زوال تو اچھا نہیں ہوا

دفتر کی ہو گرانٹ یا ڈبے کا مال ہو
مرغا کیا حلال تو اچھا نہیں ہوا

جس نے ہماری ایسی کی تیس ہے کی ہوئی
اس سے ہوا سوال تو اچھا نہیں ہوا

آئے تھے یار گھر میں چکن کے شکار پر
ان کو کھلائی دال تو اچھا نہیں ہوا

چشمہ لگا کے ہو بہو لگتے تو تھے مسگر
بچو کی دی مثال تو اچھا نہیں ہوا





ہے یار مار جب سے مسبب کے طور پر
مارے ہے ڈنک بے حیا عقرب کے طور پر

یوں نہ کرو سیاست کو بدنام لیڈرو!
آئے لغت میں جھوٹ کے مطلب کے طور پر

تفسیر پر اور کچھ نہیں بہتراط وقت کی
افواہوں کا بیان ہے اغلب کے طور پر

اُس کو کہوں مداری تو چھت سے ہی حبا لگے
بانیک چپلا رہا ہے جو کرتب کے طور پر



بیکار گیہوں کے سوا آتا نہیں ہے کچھ
اور نیٹ کو لے رہا ہے وہ مکتب کے طور پر

تہذیب کے سقوط نے آسان کر دیا
گیزروں کی پیشکش ہے مودب کے طور پر

لگتا ہے نیوز چینلوں نے بھی سمجھ لیا
ٹینشن کو آگہی کے سرخوب کے طور پر

اُس کو پیام خیر ملے بھی تو کیا ملے
افیون چاہتا ہے جو مذہب کے طور پر

مت دیکھ ”ایکسرانہ“ بچا ہوں سے حسن کو
آنکھوں کو کر نہ یوز مخدب کے طور پر





نوٹل سے ہیں پھر جبری
مرحبا ان کے کردار پر
بجھناتے ہیں پہلے سدا
مسلہ کرتے ہیں لکار کر



رونا دھونا بھی میاؤں کا ہے جاری ساری
تازیاں ہیں کہ لگتے ہی چپلے جاتے ہیں
اور عبرت کی بھی توفیق کنواروں کو نہیں
شامیانے ہیں کہ لگتے ہی چپلے جاتے ہیں



حب معمول، میں
پھر کسی بھول میں

کیا شعد تھی وہ
کس قدر کول میں

کھیر نیڑھی سی وہ
غیر معقول میں

وہ سری بے وجہ
یونہی مدلول میں



وہ بنائے اگر

پھر بنوں فول میں

بن گئے بھوت سب

وقت کی دھول میں

چھ بھیجے کے کس

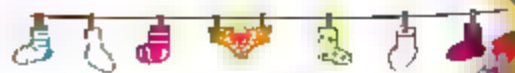
ریخ رکھ لول میں

پیش کرتا مگر

خار تھے پھول میں

آپ مت اٹل ظفر

آپ مقول میں





کالمانہ جگت ہی لکھتا ہوں
میں بھی بہر لکھت ہی لکھتا ہوں

مجھ کو معلوم ہے غلط ہے غلط
سو غلط کو غلط ہی لکھتا ہوں

ازدواجی حیات، اُف۔ تو یہ
میں اسے اپنی گت ہی لکھتا ہوں

زمرہ ٹیکس میں نہ آجائے
آساں کو میں چمت ہی لکھتا ہوں



کوئی لیڈر ہو اور کرپٹ نہ ہو
میں تو نااہلیت ہی لکھتا ہوں

اُس کے حصے کا میں بھی احمق ہوں
جس کو بنگلہ بھگت ہی لکھتا ہوں

اس میں یوں شعر لکھتا ہوں جیسے
خط پے شعریت ہی لکھتا ہوں

تذکرہ کرتا ہوں حوادث کا
اور پھر خیریت ہی لکھتا ہوں

عسین مسوار و پان کی صورت
شاعری کو میں لت ہی لکھتا ہوں

یونیورسٹی کا نصب احسن ظفر
عشق کی تربیت ہی لکھتا ہوں

کشکول



کشکول جیسے

لے کر نکلنا ہو کارِ قومی

اب تک نہ آیا ہم کو خود اپنے بل پر ابھرنے کا
جو ہاتھ پھیلا رکھا ہے ہم نے وہ کس طرح سے گرم غسل ہو

عادت ہے اپنی اوروں کے کھیتوں میں جا کے چرنا

اب بن گئے ہیں ہم لوگ خود بھی

کشکول جیسے



جسیون تو گزارا ہے بڑا سوچ سمجھ کر
ہونا ہے یونہی فوت بھی کیا سوچ سمجھ کر

ہر حبا کی کسی شق میں سے ہو کر نہ ملکتا
کر لیتے اگر عہد وفا سوچ سمجھ کر

جب شادی شدہ ہوتے ہیں، پچھتاتے ہیں وہ بھی
جو عشق بھی کرتے ہیں ذرا سوچ سمجھ کر

کیا سوچا تھا کیا سمجھا تھا، یہ سوچ رہا ہوں
تھا ما تھا اگر ہاتھ ترا سوچ سمجھ کر

بیوی کو نہ مسل پاتا یوں میکے کا ہر سانس
دم کرتے بچے رو بلا سوچ سمجھ کر



ہر سال نیا لال تولد ہو جہاں پر
جاتے ہیں وہاں خواجہ سرا سوچ سمجھ کر

کی عرض دل زار تو سراپنا ہلا کر
عالم نے بصدنا زکھا "سوچ سمجھ کر"

کچھ ایسا مسز اہل زمانہ نے چکھایا
اب جوش میں آتا ہوں ذرا سوچ سمجھ کر

دنیا کی محبت تو ہے الزام تراشی
آتا ہے یہاں کون بھلا سوچ سمجھ کر

افسر کا لطیفہ ہے، ہنسی آئے نہ آئے
ہنسا تو کبھی نے ہے ہا ہا ہا سوچ سمجھ کر

راکٹ مجھے کب سے ہے بنایا ہوا اس نے
کھانا مسرا مسرا سوچ سمجھ کر





زبان خلق کی اوقات کیا اُن کی نظر میں ہے
 بُرا تو بس وہی ہے جو بُرا اُن کی نظر میں ہے

وہ جو ارشاد فرمائیں تو اُس پر صاف منہ مائیں
 یہی تو کلمہ ربّ بلا اُن کی نظر میں ہے

یونہی تو اُن کی باجھیں کان سے لگتی نہیں حساب کر
 یقیناً کیری کچر آپ کا اُن کی نظر میں ہے

وہ اپنے بھوت جیسے بھائی کو آواز دیتے ہیں
 مریض عشق کی یہ بھی دوا اُن کی نظر میں ہے



ہمارے جذبہ دل سے وہ خامے تنگ آئے ہیں
سو ہم سے عقد کرنے کی سزا اُن کی نظر میں ہے

کبھی سسرال میں وہ چودھراہٹ نہ دکھائیں گے
اگر اپنا ذرا سا بھی بھلا اُن کی نظر میں ہے

وہ مجھ کو دیکھتے ہیں کاٹ کھانے والی نظروں سے
مرا سچ بولنا گویا خطا اُن کی نظر میں ہے

ہم اُن کی ہنہناہٹ کو بھلے کہتے رہیں نغمہ
ہماری صوت مینڈک کی صدا اُن کی نظر میں ہے

ظفر کو کھو چکے کب کے، پیا کے ہو چکے کب کے
مگر اب بھی کوئی چکنا گھسٹا اُن کی نظر میں ہے





مرث

اڑ دھا مہنگائی کا سب کھا گیا
کچھ بھی جز ٹھینکا نہیں دامن میں اب
بڑھ گئے ہیں لعنتوں کے ریت بھی
”لخ دی لعنت“ ہو گئی ملین میں اب

خیر پالنے

اس زمانے میں کوئی دیوانہ
رہی رستے پہ نکلتا ہی نہیں
آج کے دور کا محسنوں تو ظفر
وہ چل ہے جو ”چلتا“ ہی نہیں



دل تو الگ ہے، حبان کی ایسی کی تیسری ہو گئی
انفت میں سب سامان کی ایسی کی تیسری ہو گئی

جب میری روکھی سُوکھی سے باندھی ہے ضد تو جان لے
تیسرے ”نہاری نان“ کی ایسی کی تیسری ہو گئی

ان فتنہ ساز دہر کا اپنا ہی مکوٹھ چکا
جو کہتے تھے کہستان کی ایسی کی تیسری ہو گئی

تم لیڈران قوم کو کیا جانتے ہو دوستو
جب یہ ہوئے، شیطان کی ایسی کی تیسری ہو گئی

لہر آیا ڈنڈا تو وہیں ساری دلیلیں پھر ہوئیں
یارانِ نکتہ دان کی ایسی کی تیسری ہو گئی



چوروں کے فیر آگئے، سارا حنا سنا کھا گئے
مائے نی پاکستان کی ایسی کی تیس ہو گئی

نسوار پر جو ٹیکس ہو تو حنا کیوں ریلیکس ہو
ہر مقتدر ایوان کی ایسی کی تیس ہو گئی

اُن کی پکڑ میں آگیا تو فل رگڑ میں آگیا
سمجھو کہ اپنے کان کی ایسی کی تیس ہو گئی

زوجین میں پئے چلے تو جنگ کے نقشے بنے
اور جنگ بھی گھمان کی، ایسی کی تیس ہو گئی

یا آن کے دنیاؤں نے بچھ جانا ہے پیروں تلے
یا سر پھرے انسان کی ایسی کی تیس ہو گئی

بیگم کو غصہ چڑھ گیا تو پھر زمانہ پڑھ چکا
شاعر ترے دیوان کی ایسی کی تیس ہو گئی



ہاتھ آئیں تو عشاق کو پڑھاتا ہے فوراً
خود سمجھ نہ سچے انہیں سمجھاتا ہے فوراً

ریڑی ہے اگر چانس ملے عقدِ دگر کا
اس درجہ مسلمان تو بن جاتا ہے فوراً

ہو جاتا ہے جب حسن کی جانب سے اشارہ
دل والا تو پشوری سے اتر جاتا ہے فوراً

آتا ہی نہیں طرف کے جامے میں سمٹنا
تعریف کرے کوئی تو اتراتا ہے فوراً



دیکھا نہیں خود کو کبھی تنقیدی نظر سے
آئینہ مگر اوروں کو دکھلاتا ہے فوراً

اک ایسا چغہ بھی ہے جو ہر کام میں غلٹ
دکھلاتا ہے، پھر بعد میں پچھتااتا ہے فوراً

دمیرج نہیں کرتا پرو فیر کسی صورت
بڑھ جاتی ہے کچھ عمر تو سٹھپاتا ہے فوراً

دیدار کے سادوں پہ مچل جاتا ہے یہ دل
ڈڈو میرے اندر کوئی ٹراتا ہے فوراً

جب باتوں ہی باتوں میں کروں شوخ بیانی
ڈمبل ترے گالوں میں ابھرتا ہے فوراً



ماس



واڑھی مونچھوں کو تو اپنے گھر کی کھیتی کہتے ہیں ہم
 ریڑر لے کر اپنے سارے ہی بوتھے پر بہتے ہیں ہم
 جیسے کلفی والا چپاے
 خان سیاست سے ہو حباے
 یونہی ان کو بھی چہرے سے ماس کرتے رہتے ہیں ہم



”پور“ جے ہیں نہ ”مائی“ جے
وہ دکھاتے ہیں ڈھٹائی جے

پھر چلے برہنہ پاسجدے
رسم ہو جوتا چھپائی جے

ہائے کیا سوز ترنم میں ہے
کسی بکرے کی ڈھٹائی جے

حسن پر ناز بہت کرتے ہیں
جو ہیں مخلوق حسلائی جے

حسن آواہ کی کیا بات کریں
سر شوکیمس مٹھائی جے



اس طرح دل میں اترتا حبائے
کوئی کرتا ہے کھدائی جیسے

عشق ”پے“ کی طرح تاز میں ہے
حسن ہے دودھ ملائی جیسے

آپ میں خاص کشش ہے کوئی
حباذیت ہے بُرائی جیسے

یوں مرے پیچھے ہے شامت میری
تائے کے ساتھ ہوتا جیسے

وہ سمجھتے ہیں انہیں شوگر ہے
باعض شہیریں نوائی جیسے

یوں بھی اظہارِ محبت نہ کرو
کوئی دیتا ہو صفائی جیسے

شرط

دشوار پیسروں کا شکوہ نہیں کروں گا
تحقیق کی ذرا سی درکار ہے سہولت
جو بھی سوال ہو گا، سب کا جواب دوں گا
”گوگل“ پہ سرچ کرنے کی دیجئے احباب زست۔

پیمائش

اہل شلوار و پجما پہ ہی موقوف نہیں
ان سے تو صاحب پستلون بھی ڈر جاتا ہے
فیصلے ان کی ہی منشاء سے ہوا کرتے ہیں
بد معاشوں سے تو فتانوں بھی ڈر جاتا ہے



ہاتھ بیگم کا جو بھاتے ہیں
زن سریدی کا تمغہ پاتے ہیں

حنا میں پہچان ہے کلروں کی
دُم نہیں ہوتی پر ہلاتے ہیں

یونہی بار ثبوت مت ڈالیں
جو گلائی ہیں گل کھلاتے ہیں

اُن کے کرتوت بھی نہیں خفتہ
آج جو انگلیاں اٹھاتے ہیں

جیسے دنیا دکھاتی ہے ٹھینکا
ویسے دنیا کو منہ چپڑاتے ہیں



جن کے آگے نہ دعاڑ سکتے ہوں
اُن کے آگے وہ منمناتے ہیں

بیوی سن لے تو کیا قیامت ہو
ہم جو سوتے میں بڑھاتے ہیں

جانے بے بہرہ ہے یا بہرہ ہے
جس کو اپنی سائے جباتے ہیں

جھوٹے وعدوں کی بھی خوشی ہے الگ
مُن کے پھولے نہیں مساتے ہیں

جن کو رستہ ہسنا کے ہم نے دیا
وہی ٹکرے ہمیں لگاتے ہیں

کامیابی کے جرم میں متاخی
ازدواجی سزا سناتے ہیں





پر کئے برتنے کا قصہ نہیں
تو پھر شیر ہوں میں بھی چوہا نہیں

تمی ہے ہر اک طرف کا کھوسلہ
حیا نام کی کوئی سپڑیا نہیں

فقط لیڈری کوئی سچے بہت
وہ بندے کا پتر بھی بنتا نہیں

مجھے جانے جتوں صد فیصدی
گلی میں جو سیلی کاکت نہیں



پھڑتے ہوئے کیسا فوکر بنے
کوئی اُس کو روکے تو زکست نہیں

رقیبوں کا باحساب بھی بننے لگا
تو بغلیں محبتا بھی اچھا نہیں

مجھے میسٹرو کیسے اچھی لگے
کوئے یار میں رُوٹ اس کا نہیں

یہ جمہوریت بھی ہے سسٹم کوئی
پلیٹنم ہمارا نکالا نہیں

ظفر دودھل جانا عت کچھ نہ کچھ
کسی نے بھی کئے کو چو یا نہیں





نشانے

رند نے مجھ سے کہا
میں ہی کب کرتا ہوں پاپ
مے نہیں پیتے تو کیا
چائے تو پیتے ہیں آپ

لپٹا کٹائی

پیار کتے تھے جو شام غریباں پچھلے برسوں میں
وہ اپنی اس روش پر بھول کر بھی پھر کہاں گزرے
کبھی تڑپے نہیں ہیں دور نو کی حشر خیزی پر
گرانی اپنی پسیدہ کردہ ہو تو کیوں گراں گزرے



آپ کا پیار مرے دل میں سمائے تو سہی
ایک بارودی سرنگ مجھ میں لگائے تو سہی

دوڑ لگوانے کے ساتھ ہیں گلی کے کتے
منتظر ہیں سر راہے کوئی آئے تو سہی

رشتے داری کے تقاضے بھی نبھاتا رہتا
وہ سنبھالے نہ سہی، مانگے اڑائے تو سہی

ناز کرتا ہے یونہی آتش دل پر محسنوں
اس سے سگریٹ کوئی سلکا کے دکھائے تو سہی



عاشق ڈھیٹ کو پروا ہی نہ ہو تو کیا ہو
اُس نے گدی پہ بھی دو ہاتھ جمائے تو سہی

وہ سترگار کسی طور بھی راضی نہ ہوا
پائے کیدومیاں رانجے نے دبائے تو سہی

کسی کلمونہی پہ الزام لگاتی ہے عبث
میسری بیوی بھی مجھے آگے لگائے تو سہی

بیٹھ جائے نہ قیسوں کی کسر تو کہنا
میری طرح وہ ترے ناز اُٹھائے تو سہی

کسی صورت کوئی تقریب ملاقات تو ہو
نہ سہی شب کا ڈنر، شام کی چائے تو سہی





دیکھیں مال عقد میں کیا پارہا ہے وہ
پاؤں دبا رہا ہے کہ دیوا رہا ہے وہ

وہ ہے ستم شعار تو میری مدد سے ہے
لقمہ ہوں میں چٹا نچہ مجھے کھا رہا ہے وہ

میں نے بچے ہمارا اے ہاتھ کیا دیا
میرے گلے ہی پڑتا چلا حبار رہا ہے وہ

کنیت تنگم بھی حسب گریڈ ہے
بکواس کر رہا ہوں میں، منہ مار رہا ہے وہ

ہر بار کوئی موڈی مر آئینہ ملا
ہر بار اپنے آپ سے الجھا رہا ہے وہ



جب مک مکا کیا ہے تو اول بھی آئے گا
گو اب ستدائے دوڑ ہی لسنگزار ہا ہے وہ

حیراں ہیں اُس کے صید اُسے دیکھ دیکھ کر
چکر وہ دے رہا ہے کہ چکرار ہا ہے وہ

تاحال نطق یار میں ”میں میں“ کی گونج ہے
کس زندگی کے دور میں بکرار ہا ہے وہ

لو بوڑھے منہ پہ بھی اب مہا سے نکل پڑے
بالوں کے ساتھ نیت بھی رنگوار ہا ہے وہ

کہنے کو یوں تو بالغ نظر ہو چکا مسگر
لاہور پیدا ہونے کو کب حبار ہا ہے وہ

وہ حالِ دل غزل میں کہے جاتا ہے غفسر
اور میں سمجھ رہا تھا کہ ٹر حشار ہا ہے وہ



رمضان میں



رمضان میں
ایلیس پابستہ ہوا
لیکن کی شیطانیت کی کب ہوئی
فیضان جاری اب بھی ہے دنیا میں اس مردود کا
ذمے لیا انسان نے کارِ منہی
دعندہ یونہی چالو رہا
رمضان میں



وہ لاکھ ہو کے آئیں کوئی مساندہ نہیں
منزل کے دائیں بائیں کوئی مساندہ نہیں

جب بات اُس کی پلے کسی کے بھی نہ پڑے
چپلائے کائیں کائیں کوئی مساندہ نہیں

ہم افسرانِ اعلیٰ کی ”گڈ بک“ میں ہی نہیں
دُم بھی بھسلے ہلائیں کوئی مساندہ نہیں



”کبھی“ دکھا کے ”سچی“ لگاتے ہیں بے ایمان
دے کر ”جھکائی“ جائیں کوئی فائدہ نہیں

اس ٹھکر کی عمر میں ہے کہاں حسن سے مفسر
سر پڑنی ہیں بلائیں کوئی فائدہ نہیں

”لاحول“ سے نہ جائے گا یہ بھوت عشق کا
تعویذ باندھ لائیں کوئی فائدہ نہیں

جو ہونا تھا سو ہو گیا، کرنا فضول ہے
یہ آئیں بائیں شائیں، کوئی فائدہ نہیں

سرکار تو ہے اپنی وکٹ پر ڈٹی ہوئی
اب کنگلی بھی کرائیں کوئی فائدہ نہیں

”لیسینس“ پالٹ کا نہیں ملنا آپ کو
رکشہ بھلے اڑائیں کوئی فائدہ نہیں



ڈنگر کا دل ہے یار کے پہلو میں، میرے
بیکار ہیں ادائیں کوئی فائدہ نہیں

رکشہ چلانا ہے تمہیں، بس رکشہ عمر بھر
ماں کی ہیں بد دعائیں کوئی فائدہ نہیں

راضی نہ ہوگی آپ سے اسب وہ حسین بلا
لیتے رہیں بلائیں کوئی فائدہ نہیں

شاعر غزل سنا کر رہے گا جناب کو
چاہے نظر چرائیں کوئی فائدہ نہیں





یوں یادوں کے کولہو میں مجھے جوڑ چلا ہے
وہ پان کے کچھ داغ یہاں چھوڑ چلا ہے

لنگور کے پہلو میں کوئی حور ہے دیکھو!
جوڑا ہے مگر کیسا یہ بے جوڑ چلا ہے

ہر کام کی کرتا ہے یونہی کوئی پریکٹس
وہ باندھ کے پیسہ دینا توڑ چلا ہے

یہ تیسرا تصور مجھے سونے بھی نہ دے گا
آکر مجھے خوابوں میں بھی جھنجھوڑ چلا ہے



مجنوں سے سب لپٹا نے چنگی نہیں کیستی
جو موڑ مسڑا تھا وہ اسی موڑ چپلا ہے

گاڑی سے بھی نکلے ہیں کئی تیسری گلی سے
کتے سے لگا کر بھی کوئی دوڑ چپلا ہے

پھر بھوک لگی ہو گی تنگ کو ستم کی
پھر میسری تمناؤں کو بھنبھوڑ چپلا ہے

عشاق کھڑے رہ گئے ہائے و سر را ہے
چادر زلف زیبہ پہ کوئی اوڑھ چپلا ہے

ہر کام کی کرتا ہے یونہی کوئی پریکٹس
”سو باندھ کے پیساں وفتا توڑ چپلا ہے“

دلہن میسری والی کو بسنا لے چپلا کیاتی
غزلوں کو بسنا کر میسری بندوڑ چپلا ہے



خوش نہی

خوش نہی تقدیر کے کاتب سے کیسی!
وقت کو خدو خال میں ہی حل کر لے گا
عمر کا جو بھی ”نویا ہا“ ہوتا ہے
خود کو زخاروں کا ڈمپل کر لے گا

سے تو کیا ہوا

ذرا سوچو کہ ایسی نامراد
تمہارا بھی مقدر ہو تو کیا ہو
ملے نہ ملے تو رندوں کا بنے کیا؟
شکر خورے کو شوگر ہو تو کیا ہو



وہ کیسے بات کرتا ہے اکڑ کے
نکا دے کوئی دو گئی پہ ”بھڑ“ کے

دریدہ جینز بھی ہے کیسا فیشن
کہ جیسے آ رہے ہوں لڑ جھگڑ کے

حینوا یوں نہ تڑپاؤ سبھی کو
کوئی لاجول پڑھ سکتا ہے سڑ کے

محبت امتحان لیتی ہے یوں بھی
نشان بوسہ ہیں چہرے پہ ”بھڑ“ کے

ٹہنر تم کو نظر آتے نہیں کیا؟
یونہی پیچھے پڑے ہو میری حبڑ کے



خدا لگتی اُسے کیا کہہ سنائی
وہ سیدھا ہو گیا مجھ سے بڑے کے

بڑا یوں نہ لگا، اس عمر میں بھی
لتاڑا مجھ کو اس نے کہہ کے لڑکے!

حینہ جاتی ہے سیر محسّر کو
یا پونہی پاؤ لے ہو تڑکے تڑکے

موبائل ڈیڈ ہوا تو منہ دکھایا
سہاگن آئی ہو جیسے احبڑ کے

سنایا شعر کیسا دل جیلے نے
جلانے والوں کے دلِ مَن کے دھڑکے

ظفر دیوان دھو ڈالا ہے سارا
نچھاور جاؤں گھر والی سگھر کے



پکڑ کے کیا کریں، کیا جانے میرا حال خبیث
کہ رائیول تو بہت سے ہیں اور آل خبیث

اگر محلے میں پڑتی ہیں جوتیاں ان کو
تو یوٹیوب پہ ڈالا کریں دھال خبیث

میں ناحق ہوئی نظروں کو تازلیت اہوں
اگر چہ بننے کو بننے ہیں خوش خصال خبیث

نظر ذرا سی بھی چوکی تو سمجھو بندہ گیا
بغل میں داب کے لائے سد ابغال خبیث

وبائے رکھتا ہے پر جب دبایا حسابا ہے
اٹھاتا کیوں ہے مساوات کا سوال خبیث



مہا خبیث بھی ٹکرا تو سکتا ہے تجھ سے
سو بات کرنے سے پہلے زباں سنبھال خبیث

جو ممفر سے لگے تھے، اڑنگی باز تھے سب
تمام رستے رہے کیسے نال نال خبیث

خباثتیں تو کہاں ایسی تھیں خود اُس میں بھی
کسی شریف سے مل کر ہوا نڈھال خبیث

سنا ہے عمر ہے شیطان کی طویل بہت
گمیانہ حسد کبھی پا کے امتعال خبیث

ہمارے کیس پہ بھی لال لال ٹیپ لگی
کہ چاہتا تھا کوئی نوٹ لال لال خبیث

بس ایک ماٹھا ہوں میں اُن کے درمیان ظفر
ہمارے شہر میں سارے ہیں باکمال خبیث



برسات اور بازار



برسات میں
 بارش کی بانجھیں ہیں کھلی
 بیٹگی ہوئی پھسلن کی زد میں ہے جہاں
 رکھروں کے سر نیچے اور پاؤں ہیں اوپر جا بجا
 پھر بھی کہاں رک پانی ہیں سر گرمیاں
 بازار کی رونق وہی
 برسات میں



عشق نے دی بھی اگر مار، کوئی بات نہیں
اب پشانے لگا غنوار، کوئی بات نہیں

گو یا محبوبی الفت بھی تعلق ٹھہرا
گو یا محبوب ہے خکار، کوئی بات نہیں

کب سے یکطرفہ محبت کی صلیبوں پر ہوں
ہائے استرا نہ انکار، کوئی بات نہیں

پھر سے اسٹارٹ ہوا جھوٹی قسم کھانے کو
پھر برسے لگی پھنکار، کوئی بات نہیں

اپنے اسٹار بستاتے ہیں وہ ٹوٹنکل ٹوٹنکل
میسرا تارا وہی مدار، کوئی بات نہیں



تم زمانے کی ہوا سے بھی ڈرے رہتے ہو
میری دھوتی ہے ہوادار کوئی بات نہیں

روکڑے کے لئے تم عہد و وفا بھول گئے
ہم کو ٹھیک نہ دیا یار کوئی بات نہیں

نیوٹرل ہو گا جو طوفانوں میں ملاح مسرا
نیا لگ سکتی نہیں پار، کوئی بات نہیں

پولیشیشن نے تو تردید دیا تاشے پر
تھابیاں کل کا سا چار کوئی بات نہیں

معذرت کرتا ہے ہر بار کوئی دے کے دغا
اور کہتا ہوں میں ہر بار ”کوئی بات نہیں“

اب تو اندھوں کا بھی کہلانے لگا ہے لیڈر
وہ جو کانوں کا ہے سردار، کوئی بات نہیں

جھوٹے وعدے کوئی کرتا ہے تو سر آنکھوں پر
یہ سیاست کا ہے معیار، کوئی بات نہیں

سارا دیوان سنا دوں گا اُسے باندھ کے میں
یوں جو سنا نہیں اشعار کوئی بات نہیں

عشق کی گاڑی کے پہنچے بھی ہیں چو کو رقفستر
راستہ جو نہیں ہموار، کوئی بات نہیں



پر دھیس

ہر کسی کو ایک سے بھاشن بندے
ہر کوئی بندے کا پتر ہے کہاں
غیرے میرے جیسی سب دنیا نہیں
کچھ پر دھیس بھی ہوتے ہیں یہاں

صادق واسین

جس کو لیڈر بنایا، ٹھک نکلا
جس کو ہم نے چٹا، وہ کچھ ہے میاں
اس قدر صادق واسین ہیں سب
اشہاروں میں جتنا سچ ہے میاں



جا بجا طوائف طلاطم کو پکڑتے رہنا
سب کے انداز تکلم کو پکڑتے رہنا

کتنا آسان ہے اوروں کے نقصان گنا
آپ ”ٹو“ کہنا مگر ”تم“ کو پکڑتے رہنا

اُن کا جو کر تو ترا میرو سمجھنا خود کو
ایروں غیروں کے تبسم کو پکڑتے رہنا



خود کو ہر شوق کے ٹھنڈے پہ دھسرا دیکھتا اور
غیر نظروں کے تصادم کو پکڑتے رہتا

ایک ہنگامے پہ رونق کئے رکھتا موقوف
کستا بلا جو ملے، دم کو پکڑتے رہتا

ڈالتا اُرتی بلاؤں کو یونہی اپنے گلے
دوڑتے گھوڑوں کی ہر دم کو پکڑتے رہتا

لاش پر قتل کا الزام بھی لگ سکتا ہے
کار پولیس ہے غر دم کو پکڑتے رہتا

تم جو عاشق ہو تو بیکاری میں مصروف رہو
حاضری کے لئے انجم کو پکڑتے رہتا

پہلے ”بالم“ کے مسائل تو کرو حل حنا ناں!
بعد میں شوق سے ”گنجم“ کو پکڑتے رہتا

جب وہ رازق ہے تو پھر کا ہے کو ہے یہ تیسرا
راست دن واسہ گندم کو پکڑتے رہنا

حپار ہوں بیویاں تو کام یہی ہے اُن کا
بل کے محبو بہ پنجیم کو پکڑتے رہنا

شعر کہنا تو بچے ڈھول سا ہو کر بچنا
شعر سننا تو ترنم کو پکڑتے رہنا



مطب کے انتظار گاہ کالیکٹورس



یہاں بیٹھی ہوئی لیڈیز

اپنی اپنی بیماریاں کو

اک دو بچے

ڈسکس نہ کریں

کیونکہ

بروئے ڈاکٹر

وہ سب کی سب بیماریوں میں

مبتلا خود کو سمجھتی ہیں

ملّا لیس کی تیس ملّا



بگ لگاتے ہو آتے جاتے ہوئے
گویا لہلہا رشتے ناتے ہوئے

اتنے غمزدہ رہا تھا کوئی
لات چڑی اے مناتے ہوئے

سب کی نظروں میں ہے وہ گلشنِ دل
پکڑے جاؤ گے گل کھلاتے ہوئے

سننے والوں پہ ہے عیاں سب کچھ
کیا چھپاتے ہو کیا بستاتے ہوئے



کر رہے ہیں ترقی معکوس
راگ تبدیلیوں کا گاتے ہوئے

آپ اُٹے ہوئے سر بازار
ہم کو دیوار سے لگاتے ہوئے

دیکھ کر سامعین کا ردِ عمل
آنکھ کر لی ہے باز گاتے ہوئے

ایک بلوے کی بن گیا بنیاد
اُونچے سر سے غزل سناتے ہوئے

گھوریوں کی زباں سمجھ کے خفتر
کوئی جانے لگا ہے آتے ہوئے



فسار



یہ جو سوار ہے، میسری حبانی ہے یہ
 مجھ کو "راکٹ" کے مافق بناتی ہے یہ
 ہو بھلے بستیسی
 ہیرو شیا کی سی
 اپنے دانتوں سے بھی بڑھ کے پیاری ہے یہ



اے اُس جیسا کرایا تو ہوتا
سزا کچھ اُس کو بھی آیا تو ہوتا

اگر اک۔ بور کا لذتھی شادی
اے نہ کھسا کے پچھتا یا تو ہوتا

اے سرال سب پایا بـ ملتا
پلٹنے والا وہ کایا تو ہوتا

حیا کی ہے دلہن سے کم توقع
دولہا شادی میں شرمایا تو ہوتا

اگر کرکٹ اے آتی نہیں تھی
وہ قوی ٹیم میں آیا تو ہوتا



پھل پڑتی نظر گالوں سے اُس کے
وہ تھوڑا اور چپکٹایا تو ہوتا

وہیں پر موم ہو جانا تھا اُس نے
ہر اس نوٹ دکھلایا تو ہوتا

اگر وہ آ رہا تھا میری جانب
ذرا سامیں بھی لسنگڑایا تو ہوتا

میں بچ سکتا تھا گر یہ فنا سے
کسی نے مجھ کو ڈھنچکایا تو ہوتا

خوشی سے سنا میں بکواس تیسری
غزل کا اُس میں پسیرا یہ تو ہوتا

وہ بس کر جاتا دس غزلیں سنا کر
ظفر تھوڑا سا بھسرا پایا تو ہوتا

مسائل کی گیس

وطن کی صورتِ حالات، تو بہ!
مسائل در مسائل جن رہی ہے
بلائیں سرے نالی حباری ہیں
کسیٹی پر کسیٹی بن رہی ہے

ہولنگ

اُلٹتا ہے بیٹھتا ہے، کب حسین آ رہا ہے
یہ گیس کی شکایت، یہ پیٹ کا اچھا را
معدے کا مسئلہ تو ادھ موا کر گیا ہے
ہول سے کھانے والے حافظہ خدا تمہارا



حسیناؤں میں دل کی تحریف ایک تھی
قوانی بہت تھے ردیف ایک تھی

بلایا بھی خود اور بھگایا بھی خود
وہ اپنی طرح کی ظریف ایک تھی

منی کی بھی کرتی رہی لائڈ رنگ—
عجب فیملی وہ شریف ایک تھی

بہت چیف بنتے تھے دفتر مسیں وہ
مگر گھر میں بیگم بھی چیف ایک تھی



اڑنگی بہر حال دیتی رہی
وہ طاققت اگرچہ حلیف ایک تھی

کثافت سے بھرپور تھی چٹلیاں
یوں کہنے کو ظالم لطیف ایک تھی

کئی تو زمینوں سی چٹیل ہے منڈ
محبت بھی فصل خریف ایک تھی

چچا سام سے دب گئی قوم کیوں؟
جوانی میں کیونکر ضعیف ایک تھی

وہ کیوں ساٹھویں شعر پر اٹھ گئے
ہماری غزل تو بریف ایک تھی



ہم سرال (توان)



ابتدائیہ

عید کے روز بھی بے لگامی نہ ہو
کیسے ممکن ہے کہ زن عنلای نہ ہو
اس میں تعطیل کیسی، یہ ممکن نہیں
”تھیلے گنے کی عادت“ دوامی نہ ہو
چھوٹ مل سکتی ہے ہاں مگر شرط ہے
تیرے سرور کا ڈیرا معنای نہ ہو



استھائی

عید ہے
یومِ سرال ہے
بے عمل!
لاؤ کر بیوی بچوں کو سرال چل!!
عید ہے!
اوا بے عید ہے!!

استھائی کی بڑھت

یہ حوالہ سا جو گوشہ ہے
تیرے بختوں میں لکھ دیا گیا ہے
جا خوشی سے یا ہو کے چیں بہ جیس
تجھ کو سرال میں تو جانا ہے
عید ہے!
اوا بے عید ہے!!



گرہ

یہ ترے آب و جسد کا بھی معمول عت
تجھ کو خوش آتا ہے یا نامعقول عت
یہ ہے روٹین
اس میں نہ آئے خلل
عید ہے!
ادابے عید ہے!!

بڑھت

تیرے ہونٹوں پہ کیسا بہانہ ہے پھر
تجھ کو جانا ہے تو تجھ کو حباتا ہے پھر
لاکھ کر چوں سپراں، لاکھ بن تو چول
عید ہے!
ادابے عید ہے!!

انترا

انہیں ”اویز“ کرانا ہے
یا کاندھوں پر اٹھانا ہے
انہیں سسرال جانا ہے
تمہیں نے لے کے جانا ہے
عید ہے!

ادابے عید ہے!!

بڑھت

کوئی سیلاب آئے یا بھونچال ہو
کرفیو کا سماں ہو یا ہڑتال ہو
جیسی صورت ہو جیسا بھی احوال ہو
عید ہو، تیسرے بچے، تری زال ہو
ان کا سسرال میں یوم سسرال ہو



استحائی

عید ہے
یومِ سرال ہے
بے عمل!
لا دکر بیوی بچوں کو سرال چل!!
عید ہے
ادا بے عید ہے

بڑھت

ترکیہ، انڈیا، بانگلہ دیش ہے
وہ ترا دیش ہے یا سرادیش ہے
ہر طرف مسئلہ ایک درویش ہے
ہر جگہ پر یہی رسم درویش ہے
جتنے شادی شدہ ہیں، وہ میں ہوں یا وہ
سب کا رخ سوئے سرال ہے آج تو



استثنائی

عید ہے
یوم سسرال ہے
بے عمل!
لاڈ کر بیوی بچوں کو سسرال چسل!!
عید ہے!
اواپے عید ہے!!

بڑھت

سالیوں سالوں کے بچے دیکھتے ہیں کب سے تیرے راستے
جیسے وہ پیدا ہوئے ہوں تجھ سے عیدی ایسنٹھنے کے واسطے
دیکھ لے کہ دیکھ کر بوتھ ترا سارے بجاتے ہیں بغسل

استثنائی

عید ہے



یومِ سسرال ہے
بے عمل!
لا دکر بیوی بچوں کو سسرال چیل!!
عید ہے
اوا بے عید ہے

انتہرا

گو سسرال تجھے پیارے
سسرانیل سا لگتا ہے
حبا کر آج وہاں، خود کو
تو ہانبل سا لگتا ہے
چھوڑ خودی کے قہے کو
باندھ لے شو کے تہے کو
لا دکر بیوی بچوں کو سسرال چیل!!
عید ہے!
اوا بے عید ہے!!



استحاثی کی بڑھت

گھر میں برتن بھی دھو کر ہے بے آبرو
اور پوچھا بھی سارا لگاتا ہے تو
ایسے کاموں سے چھٹ جاتی ہے جاں تری
پھر بھی سرال جانا پڑے جب کبھی
تجھ کو پڑ جاتی ہے ہائے کیسی اچھل!

استحاثی

عید ہے
یومِ سرال ہے
بے عمل!
لاڈل کر بیوی بچوں کو سرال چھل!!
عید ہے!
اوا بے عید ہے!!



زد ہوئے منصف بھی اب کے، فیصلہ بھی کالعدم
کالعدم کرنے کا سمجھو سلسلہ بھی کالعدم

وقعہٴ جمہور کیا جمہوریت کے دور میں
اپنے حق پر ان کا تو حق شفقہ بھی کالعدم

ڈٹ گئے دہشت مغیلاں کے سبھی صید زبوں
پیشہ ور بھی مسترد اور شوقیہ بھی کالعدم

ظہر کیوں کو حنا مل لہرا نہ ضوابط چاہیں
جن سے ہو جائے محبت کا نشہ بھی کالعدم

ضامنوں کو صورت گھنٹی گلے میں ڈالے
کرنے والے کر رہے ہیں تصفیہ بھی کالعدم



چپقلش ایسی بھی بیگم صاحبہ سے کیا ہوئی
رات کا کھانا، صبح کا ناشتہ بھی کالعدم

دور پیرا کی میں کن آنکھوں سے یوں نہ تارے
اب ہے ایسے دیکھنے کا زاویہ بھی کالعدم

الہیہ غمے میں ہو تو داخلہ دشوار ہے
اپنے ہی گھر میں وزیر داخلہ بھی کالعدم

ایک ہے قاتل بدن اور ایک ہے قتال سخن
خیر النساء کی طرح مس ناظمہ بھی کالعدم

زود ہضمی اس قدر جڑت میں بھی زیب نہیں
شعر بھی ہو اور ردیف و تافیہ بھی کالعدم

فن کی چابک سے کہاں تک منکر کو دوڑائے گا
بحر میں جوتے ردیف و تافیہ بھی کالعدم

قانون



قانون کیا ہے

امراء کی لوٹری غرباء کی شامت

دو مونہا اژدر، اک منہ ہے رام اور اک منہ ہے راون
ہم آپ اس کی زد میں جو آئیں ہرگز نہ بخشے کچا چبائے
منصف ہے لیکن انصاف کا تو یکسر ہے دشمن
طاقتوروں کی نظروں میں حقارت
قانون کیا ہے



رنگ میں بھنگ رقیبوں کا ہی دستور نہیں
تیرے ویروں کا بھی ہے کام جو منظور نہیں

تاز تار ہتا ہوں ہر ایک حسیں چسے کے
دیکھتا رہتا ہوں کیا مسرا متدور نہیں

چھپا سکتے نہیں حبا کے سیناؤں میں
پھر بھی دعویٰ ہے کہ شو ہر ہیں وہ محصور نہیں

کیوں اکڑ فوں تو دکھاتا ہے مجھے رہ رہ کر
میرا پسندی ہے تمسگر تراپس دور نہیں

کوئے لیلیٰ میں یوں مجنوں کا تماشا نہ بنا
یہ کسی شاخ سے لٹکا ہوا سنگور نہیں



آپ کا کیس ضوابط کے سراسر ہے خلاف
ہاں مگر نوٹ لگا دیجئے تو کچھ دور نہیں

آن لائن ہے اگر میسر انکاح تو کیا ہے
ان دنوں ایسا بھی ہوتا ہے، مجھے گھور نہیں

روز و شب کرتے ہیں خوابوں کے محل جو تعمیر
اُن کو عشق تو کہہ سکتے ہیں مسز دور نہیں

نشہ ذات سے فرصت ہی نہ پاتا ہو گا
کوئی اجناسِ نشہ ور سے اگر چور نہیں

تیری زیبائی بھی منت کش میک اپ ہے تو کیا
میں بھی جنت میں نہیں، تو بھی کوئی حور نہیں

میں بھی کھسکا سا ہوں تو بھی ہے چولہی جاناں
کسی پنوں کی طرح کا ہے کو مشہور نہیں



ساج آن کے رستہ تو ڈک رہا ہے ابھی
خیال یار کہ دل میں منک رہا ہے ابھی

جو ٹیکسز بنے پھرتے ہیں برسرِ محفل
ازار بند انہیں کا لٹک رہا ہے ابھی

خدا کی شان کہ گل حسان نام ہے اُن کا
جو خار کی طرح دل میں کھٹک رہا ہے ابھی

غریب قوم کی کرنی تھی رہبری جس نے
وہ آپ جانے کہاں پر بھٹک رہا ہے ابھی



تمہارے ویر کے تیر کدال جیسے ہیں
مگر یہ غنچہ دل جو چمک رہا ہے ابھی

زبان طب میں اسے دل پکارا حساباتا ہے
ہمارے پہلو میں مینڈک بھدک رہا ہے ابھی

سپورٹسمن کی صورت ہیں دانت نکلے ہوئے
اگرچہ ظرف کا ساغر چمک رہا ہے ابھی

دکھانے والا محتادہ بے نسیا زیاں ہم کو
نظر ملی تو اچانک ٹھٹھک رہا ہے ابھی

یہ تنگ تنگ قمیصوں کے بس کی بات نہیں
کوئی لباس سے باہر نکلا رہا ہے ابھی

ظفر ہو یونہی معتدربھی آپ کا روشن
کہ جیسے شند کا سورج چمک رہا ہے ابھی



بے ہمار اپنے شوہر نہیں چھوڑتے
ڈھیل اتنی بھی دے کر نہیں چھوڑتے

قیس بھائی کو پھینٹی نہ جب تک لگے
کوئے لیلیٰ کے چپک نہیں چھوڑتے

سال میں سینکڑوں دن ہیں، کیا منکر ہے
یوں کھلے ان میں لیڈر نہیں چھوڑتے



جن کی ایف بی پی ڈیوٹی لگے رات بھر
ایک سے پہلے بستر نہیں چھوڑتے

جب تھک لے نہ لیں کچھ خدا واسطے
کبھی پیچھا گداگر نہیں چھوڑتے

قوم کیوں ارتقاء کی تسلا نہیں بھرے
ہائے اسی بھی رُوسر نہیں چھوڑتے

ہم دوا لیں تو حنا لیں میسر نہیں
دودھ چاہیں تو گھبر نہیں چھوڑتے

سنا پڑتیں ہیں دس بیس غزلیں ظفر
یونہی کھیڑا سخنور نہیں چھوڑتے





لڑکے

چلائیں تو بہر حباب ہی چل دیں
یہ سکے سارے کھوئے سب سے پہلے
بدل حباب سیاست کا جو موسم
لڑھک پڑتے ہیں لوٹے، سب سے پہلے

ہر وقت

ہر وقت اسے نالہ بکف دیکھا ہے یا رب!
آسودہ ترا بسندۂ فانی نہیں ہوتا
ہر دم ہی کسی دوڑ میں پایا ہے ظفر کو
بجلی نہیں آتی کبھی پانی نہیں ہوتا



مطمن دل لگا کے ہوتے ہیں
خوش کوئی چن چڑھا کے ہوتے ہیں

آپ کیا آم لینے جاتے ہیں
خوار ہی در پہ جبا کے ہوتے ہیں

آپ میرٹ کو چوتے رہتے
کام تو مسل ملا کے ہوتے ہیں

ہم بھی ہوتے تو ہیں شہید و فدا
اپنی انگلی کشا کے ہوتے ہیں



ڈاکوؤں کا بھی یہ طریقہ ہے
پاسیوں کے بھی ناکے ہوتے ہیں

تیسرے ابلے کا خوف ہے درد
حوصلے تو بلا کے ہوتے ہیں

عشق سرہون نیندروں کا نہیں
سادے کب بتا کے ہوتے ہیں

سو جھتی ہے میاں کو جب میں میں
کمر میں اکشر دھماکے ہوتے ہیں

عقد کے بعد کچھ نہیں رہتا
وقت سارے دھماکے ہوتے ہیں

گھوریاں ڈالنا عبث ہے ظفر
جہاں کا کی ہو، کا کے ہوتے ہیں

سوسے



آجھ کو کھلاتا ہوں مسرے یار سوسے
خستہ و کرارے و مسزیدار سوسے
توندوں میں فنا ہونے کو تیار سوسے



کس نخوت لذت نے مٹھلا رکھا ہے ان کو
کس زعم نے خود سے بھی سوار کھا ہے ان کو
آلو کے مسالے کے چٹکار سوسے

پودینے کی چٹنی میں ڈبو کر کوئی کھائے
تو لطفِ دو عالم سے سراسر آذ ہو جائے
پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہوں پار سموے



ہر سو نظر آئے ہمیں خوشبوئیں لٹاتے
ہر سمت انہیں دیکھا ہے سب نے تلے جاتے
ضو بار ملے کوچہ و بازار سموے



لپچائے ہوئے دیدے انہیں دیکھ رہے ہیں
تخلیق کے کس کرب مسلسل میں پڑے ہیں
اک گرم کڑا ہی کے عسزادار سموے



وڈکوں کا تجربہ ہے کہ بیوی ہیں ذرا سے
بیوی ہیں تو کیا ہوتے رہیں میری بلا سے!!
چوائس تو مری رہنی ہے ہر بار سموے

جب بھی ہو منقہ کوئی تفسیر کہیں پر
دیکھا ہے انہیں کھا پوں کی فہرست میں اکثر
افسانے کا اک سرکزی کردار سموے



قربان رہے ان پہ ہمیشہ سرے لالے
ہر بار نئے ذوق، نئے شوق سے ڈالے
توندوں کے جہنم میں گستاہگار سموے



سرما بھی ہو، پیشک بھی ہو، یاروں کی چمک بھی
چائے بھی ہو، نمکو بھی ہو اور ان کی مہک بھی
دلداروں کو مرغوب ہیں دلدار سموے





اُف لیڈر قوی تیری یک چشمہ خبریا
اپنے سوا ہر شخص نظر آتا ہے چہریا

کالے تو کئے جاتے ہیں منشوروں سے کاغذ
جب تو نہ ہو درمیش تو کاہے کا نظر یہ

اندھوں نے تو ہر ریوڑمی اپنوں میں ہی بانٹی
بہروں نے تو سننا نہیں مظلوم کا گریہ

رہتی ہے تو بیشک یہ اسامی رہے حسالی
رکھ سکتے نہیں گرگ کو بھیڑوں کا گڈ ریا



کب تک میں اٹھا کر اسے چل پاؤں گا مولا
جیون ہے گراں بار تو نازک ہے کسریا

حالات کی بھنی مسیں بھی پگھلا نہیں ہرگز
کیا جانچے گردن میں ہے کس طور کا سریا

ہر مرد کو ہے چپا زنا نے کی احبازت
کچھ لوگوں کے نزدیک بس اتنی سی ہے شریہ

پنگی نے جو پردیس کی پرواز بھری ہے
اب بھر منزلت نہ کوچہ ہے نہ قریہ

خدمت کرے لیڈر؟ کوئی کاما تو نہیں ہے
اب کار سیاست بھی تو بزنس کا ہے ذریہ

کہنے کو بہت اہل زباں، اہل ادب ہیں
پر ”شکریہ“ کو باندھ رہا ہوں میں ”شکریہ“

ہوں!



اچھا!
تو وہ تم تھے!!
جس نے پوسٹ رپوٹی
اور مجھے ایف۔ بی۔ پی بلا کا
مسنزل کر دی کھوٹی
تم ہو ایسے!
اچھا!!



سانچہ ایسا بھی ہوگا، یہ کبھی سوچا نہ تھا
سانے بیٹھا تھا شاعر اور میں، بسرا نہ تھا

بھائی مجنوں دوڑ میں اوّل نہیں تو کیا عجب
خاک آئیں، اُن کے پیچھے تو سب لپٹی نہ تھا

یوں فقیروں کی کمائی لٹ گئی اس دور میں
چورے کتا ملا تھا، اس لئے بھونکا نہ تھا

کس طرح مانوں کسی عادل کا بھی میں فیصلہ
منصفانہ تھا تو میرے حق میں کیوں آیا نہ تھا



میری بیوی کا سیا پاہتا جو کتا ہی نہ ہتا
میرے آنکھن میں کسی جن بھوت کا سایہ نہ ہتا

حملہ خود کش تو ہونا ہی ہتا ہم پر عقد کا
بسکہ اپنے عشق میں کید و نہ ہتا، کھیزا نہ ہتا

کس لئے آنکھن نظر آتا تھا میڑھا آپ کو
ناچ گئی کانچا تاہتا کوئی، بھنگڑا نہ ہتا

ایسے طے میں ہوا کرتی ہے ایسی شخصیت
کیسے مانوں وہ پرو فیر تھا اور مخمبہ نہ ہتا

ایسی دعوت مولوی ٹھیکوں پہ دھرتے آئے ہیں
آپ نے کیسے بلایا تھا، اگر سلوا نہ ہتا





دل کو بھاتی ہے ہر گوری کالی تم کو
کیسے ڈھیلا چھوڑے پھر گھسروالی تم کو

جس کی آنسو چہا پانی کی مدد میں ہے
لگ سکتی ہے اُن نونوں کی لالی تم کو

بلبل تھے درکار تو ویسا باغ بناتے
اُلو ہی ملنے ہیں ڈالی ڈالی تم کو

کس چکر میں چکرائے پھرتے ہو آنسو
ہاتھ تھماتی یا چپائے کی پیالی تم کو

سارے تازہ دیکھ رہے تھے اُس کی جانب
کیوں محفل میں گھور رہی تھی حنائی تم کو

چین نہیں آنے کا تمہارے ”ٹھسر کی پن“ کو
تا جن بھوت چٹ حنائیں سسرالی تم کو

ہر لڑکی درکار سبھا کی پریوں حبیبی
بہوی میں خوش آئے نیک خصالی تم کو

ایسے کارہ لیس معاون کیوں نہ بھنائیں
کہہ کے کہیں ہر بات جناب عالی تم کو

تم تو اسمبلی کے سیشن سے ہو آئے ہو
گالی کیسے لگ سکتی ہے گالی تم کو

جرم و سیاست کے افسانے سننے والو
یاد رہے گی سریم وڈیو والی تم کو

عبرت کیا تاریخ سے حاصل کر پاؤ گے
لگتا ہے ہر قصہ حناں خیالی تم کو

شکاری کی چھٹی



ایک سیاح جنگل میں پہنچا کہیں
اُس نے دیکھا وہیں

اک شکاری میں اور بچہ میں معرکہ
خون آشام سا



مٹا شکاری نہایا ہوا خون میں
رہچہ مٹا جون میں

پاس ہی تھی شکاری کی بھوی کھڑی
لے کے بسندوچی

اس پہ سیاح نے چسچ کر یہ کہا
”یہ تو سر حباے کا“

کیوں نہیں مار دیتی درندے کو تم
سوچتی کیا ہو تم“

اس پہ بھوی نے پھنکار کر یہ کہا
”منکر تھیہ مٹا“

ماردوں کی یقینا اگر یہ موا
رہچہ سے بچ گیا“



محبت کرنے والا بے دھیانا ہو تو کیسا ہو
صمیم پر اُسے دہم شبانہ ہو تو کیسا ہو

کسی اچھی فضا میں میکشوں کو لے تو جباتے ہیں
وہاں پر بھی انہیں پینا پلانا ہو تو کیسا ہو

جہاں گھر ہیں مریدوں کے وہاں تو سانس کھٹتی ہے
وہیں پر پیر جی کا آستانہ ہو تو کیسا ہو



یونہی سکے نہیں جمتا ہے لوگوں پر سخاوت کا
لٹانے کو اگر قومی خزانہ ہو تو کیسا ہو

اڑاتا ہے ہنسی سب کی مسگرگو پر گرے حبا کر
وہ کو ابھی جو ادروں سے سیانا ہو تو کیسا ہو

یہ ہتھکڑیاں یونہی مونچھوں کے پیچھے خوار ہوتی ہیں
ہمارے قتل میں دست زنانه ہو تو کیسا ہو

خزاں کے ٹارگٹ پر ہے گلستاں آرزوؤں کا
اور ایسے میں کسی کو گل کھلانا ہو تو کیسا ہو

بڑے رومانوی سے موڈ میں محبوب بیٹھا ہے
کسی کو یاد بس قومی ترانہ ہو تو کیسا ہو

ابھی بھی سب سیاستدان لیڈر کم مداری ہیں
سیاست کرتا ہی بس درنچپانا ہو تو کیسا ہو

ہوس ہے روئے زیبا کی جسے تم عشق کہتے ہو
اگر محسوب لسنگزا ہو یا کانا ہو تو کیسا ہو

تو کیا دانت و دہن شامل نہیں تھے اُس کے پیچ میں
کہ بعد از عقد بھی تھپڑ ہی کھانا ہو تو کیسا ہو

وہ اُس کو گھیر لائے تھے کلام اپنا سنانے کو
غسزل اپنی سنا کر وہ روانہ ہو تو کیسا ہو



سہولت کار



قیس چپت ہو گیا لیلی سمیت
 جو سہولت کار ہوتا، ہوتا نے میں ہے
 یوں تو کہنے کو نہ تھا عالم ڈکیت
 قیس چپت ہو گیا لیلی سمیت
 کر دیا تفتیشیوں نے اس کو کھیت
 وہ جو اس کا یا رہتا، ہوتا نے میں ہے
 قیس چپت ہو گیا لیلی سمیت
 جو سہولت کار ہوتا، ہوتا نے میں ہے

سائبر

جنہیں جیل میں ہونا تھا، مقتدر ہیں
 real ہو گئے ہیں یہاں fake اب کے
 کبھی کمپیوٹر ہوا کرتے تھے، پر
 کوئی ملک ہی کر گیا hack اب کے

آئی ایم ایف سے معاہدہ

منظور سارے ”وڈ کون“ کی ان کو عنلا میاں
 ایسا تمام عمر کیا ہو تو کیا کریں
 عزت رہن میں رکھ کر بھی شاداں ہیں مقتدر
 بے غسیرتی کا سٹو پیا ہو تو کیا کریں



تجھ سے ملنے میں دلزدہ تو نہیں ہے حبا ناں
یہ سفر برسرِ ٹھپہر تو نہیں ہے حبا ناں

میں الجھتا ہوں عدو سے یونہی تیسری حنا طہر
تو سیا چن کا گلشن تو نہیں ہے حبا ناں

اُس کی حرکات سے دیے ہی شبہ ہوتا ہے
ورنہ عاشق کوئی بندر تو نہیں ہے حبا ناں

تیرے کوچے میں تو سگرت کے لئے حبا ناں ہوں
تیرا میرا کوئی چکر تو نہیں ہے حبا ناں



لفٹ دیتی نہیں عاشق کو وہ گھبر زادی
آئیڈیل آج بھی ڈنکر تو نہیں ہے حبا ناں

تیری ہر بات پہ دم کیسے ہلائے آہنر
لاکھ نوکر سہی، شوہر تو نہیں ہے حبا ناں

تجھ کو آتا تھا بہت شیریں معنی کا ہنر
سچ بتا اب تجھے شوگر تو نہیں ہے حبا ناں

جس کو احباب نے گوئے کا لقب بخشا ہے
فیس بک پر وہ سخنور تو نہیں ہے حبا ناں

یوں سر بزم ظفر سرجی سے گریزاں تو نہیں ہو!
تیرا دیوانہ ہے، شور تو نہیں ہے حبا ناں





تری یادوں کے محسوس کانتے ہیں
ترے محسنوں کو شب بھر کانتے ہیں

یہی تکلیف ہے محسنوں میاں کو
سگان لیلیٰ آ کر کانتے ہیں

دنا کے پیٹ میں ٹیکے لگیں گے
زمانہ نو کے دسبر کانتے ہیں

ہوا محبوب کیونکر نہ محسوس
وہ چلا تو برابر کانتے ہیں

غم بھونڈی نے چکرایا ہوا ہے
ترے کوچے کے چکر کاٹتے ہیں

یونہی ٹکڑے بھی کرتے ہیں دلوں کے
حسین چپے چھندر کاٹتے ہیں

یوں کہتے بھی یہاں یکتائے فن ہیں
وہ لیڈر ہیں سو بہتر کاٹتے ہیں

حسنت سے بچے رہتے ہیں نور سے
سے جتنا بھی سو کر کاٹتے ہیں

حسراحت ہے مہینوں کی مساعی
اگرچہ ایک سوتر کاٹتے ہیں

وہ فرہ ہیں سو ملتے بھی نہیں ہیں
مفسر بھی زندگی بھر کاٹتے ہیں



کٹاریں جیسے ناخن بیویوں کے
مگر غل ہے کہ شوہر کاٹتے ہیں

یوں کتوں سے تو ہم بچتے رہے ہیں
مگر انساں جو اکشر کاٹتے ہیں

سزا ملتی نہیں کیوں درزیوں کو
گلے جو زندگی بھر کاٹتے ہیں

جو گھر ہوں بیویاں تو کاٹتی ہیں
نہیں ہوتیں تو یہ گھر کاٹتے ہیں

ظفر ماریں جو منہ طنز و مزاح میں
تو پھر شاعر بھی کھل کر کاٹتے ہیں



سیرا در سیرا

کن بلاؤں کا رعب ہو ہم پر
کن وبالوں کی بات کرتے ہیں
اپنی زوجہ ہی ہم پہ بھاری ہے
آپ سالوں کی بات کرتے ہیں

پھوپھو

آپ سے ہم اگر کہیں آپ کا ساتھ چاہیے
مان کے دیں گی یا نہیں؟ آپ کا کیا خیال ہے!
عرض ہے آپ سے، نہیں دادی ہمارے پوتوں کی
آپ نہیں گی یا نہیں؟ آپ کا کیا خیال ہے!



ہمیر کے عشق نے دیوانہ کیا رانجے کو
درندہ بھینسوں سے سرد کار نہ بھتا رانجے کو

اُس کو پانامہ میں بزنس کی کہاں تھی توفیق
ہائے کیوں تخت ہزارے کا ملتا رانجے کو

داستان گو میرے ہمیر کو بچا سکتے تھے
کیسے کیدو سے فنا ہونے دیا رانجے کو

لائیں کاشت پھرتا ہے میاں محسنوں کی
سگ لیلیٰ نہ مگر پھر بھی پڑا رانجے کو

یہ لقب اُس کو ملا ہو گا بطور تمغہ
دنیا والوں نے کہا چپکنا گھسٹا رانجہ کو

عشق کرنے میں ہی حاصل تھا یہ طوٹی اے
بانسری کا تو یونہی شوق رہا رانجہ کو

کیا غم ہجر میں قائم علی شاہ تھے وہ بھی
جن بزرگوں کی ملی ہو گی دھارا رانجہ کو

عارضہ ڈھیٹ قسم کا ہے محبت والا
کہاں لٹرول سے ملتی ہے سزا رانجہ کو

اب تو ٹھہر کی ہیں یہاں مفتی قوی جیسے بھی
آپ کیوں مفت میں کہتے ہیں برا رانجہ کو

ہیر بن جاتی زنانی تو پتہ لگ جاتا
کاش مل جاتی محبت کی سزا رانجہ کو

باہر کی چیزیں



کیا پوچھتے ہو، کیسا فنی مت
 قیمہ سمو سے اٹھا کر کھانا مت بچہ
 پوچھا تو بولا (منہ کو بسورے)
 باہر کی چیزیں کھانے سے روکا ہے ڈاکٹر نے



آگ بجولا کیوں ہو تم
کس کے پاؤں تلے ہے دم

کل کو کاٹ بھی سکتا ہے
آج ہلاتا ہے جو دم

ایک سے عالم ہیں خوباں
”راولپنڈی“ ہو یا ”گلم“

یوں ہے کوئے جاناں میں
جیسے اُس کی گان ہو کم



اسپ دل جو بدک پڑے
جھاڑندے تشریف پہ نم

کوئی بتاشوں کی صورت
بانٹ رہا ہے تو نم

تازہ کرتا رہ ایساں
تاک دھنا دمن تارا زم

جب بھی اے سلام کیا
رہ گیا کہہ کے ویکم

گنا چوہیں رہ ظفر
ساقی ہے دے دے دھم



روشنی کے



جس جاب کی خاطر حسرت کو بھی وہ باپ بنایا کرتا تھا
 ہر ایرے غیسرے کے پیچھے پا پوش گھسیا کرتا تھا
 اور ایسوں ویسوں کو بھی سر آنکھوں پہ بٹھایا کرتا تھا
 اُس جاب کا کیا، اُس چاٹ کا کیا
 اب لاو چپلا ہے بختیارہ

کری پہ یوں بیٹھا کرتا تھا بیٹھا ہو جیسے تخت پہ وہ
 سناٹا سر سر لوگوں سے، دلشاد تھا اپنے بخت پہ وہ
 کیا شائیں ہوتی تھیں اس کی، کیا چیز تھا اپنے وقت پہ وہ
 اب سوچے بھی اس ٹھاٹھ کا کیا
 اب لاو چپلا ہے بختیارہ



پروموشن پانے کو اپنی مٹی بھی پسیدی تھی اس نے
تعلیم کی ہٹی والے سے ڈگری بھی حسریدی تھی اس نے
وڈکوں کو چیف منسٹر کی پرچی بھی رسیدی تھی اس نے
اُس بابو بنتے حباٹ کا کیا
اب لا د چلا ہے بھبارہ

زر خیز بہت تھی وہ کرسی جس پر مصروف سونا تھا
اک نگری سفارش پر چھینکا بلے کے بھاگوں پھوٹا تھا
سومال غنیمت کو اس نے حق حبان کے اپنا لوٹا تھا
پر اب ایسے اسارٹ کا کیا
اب لا د چلا ہے بھبارہ

جس جس کا کیس بھی ہوتا تھا وہ ساتھ میں تھی رہتے تھے
اور پروول کے ساحل تک مسائل کے ساتھ ہی بہتے تھے
جو عرض گزار کرتے تھے، نوٹوں کی زباں میں کہتے تھے
اب چل کا کیا اور ہاٹ کا کیا
اب لا د چلا ہے بھبارہ



سرکاری دورے خوب کئے، اتنے کہ چکر کھایا ہے
گھوما ہے بگ بگ سارا وطن، ہر شہر سے سرنگرایا ہے
لاہور بھی پہنچا ہے اکشر اور پیدا ہو کر آیا ہے
مکران کا کیا، کوہاٹ کا کیا
اب لاو چلا ہے بھبارہ

یہ آنسو لے لے بھی تلی گئی، پینشن بھی پراسس کر بیٹھا
سب دینا دلانا صاف ہوا، بیکار ہے کرسی پر بیٹھا
اب دیکھ رہا ہے حسرت سے وہ خود کو اپنے گھر بیٹھا
اب بننا ہے اُس لاسٹ کا کیا
اب لاو چلا ہے بھبارہ

دفتر کی حسرت کل اس نے گھر والوں کو انور کیا
اُن سب کے متھے ہی اس نے اب آخری دم تک بے لگنا
بہتر ہے کہ ان سے ہو جائے تجھ پر مسراسم کا قصہ
اب پانی پے ہر گھاٹ کا کیا
اب لاو چلا ہے بھبارہ

وہ کرسی جس پر نازاں بھتا، وہ آج پرائی ہے یکسر
اب اس پر ڈیرے ڈال لئے اک اور مجھ سدر نے آکر
اب بخت اسی کا ہے روشن، اب وقت اسی کا ہے یاد
میزان میں اس کے باٹ کا کیا
اب لا دھپلا ہے بھبارہ





جو سنیے، حنراج ہے اس میں
کل نہیں ہتا پر آج ہے اس میں

ہر تعلیم ہی نہیں مہتر
عشق کا بھی علاج ہے اس میں

وہ یونہی مہر باں نہیں ہوتا
کچھ تو کیو منلاج ہے اس میں

ہر میاں سربراہ حنانہ ہے
اور بیوی کا راج ہے اس میں



گھر بنانے کی بات مت کرنا
قلب کا اختلاج ہے اس میں

کیوں نہ ہو استدعا کی شنوائی
بلکہ مسکاساج ہے اس میں

لے اڑا عین لیلیٰ و محبوبوں
عقد عالم مساج ہے اس میں

جب تجھے جہاں کہے کوئی مدقوق
کیا کوئی احتجاج ہے اس میں

اس قدر بھی وہ ماہتاب نہیں
صاف میک اپ کا ڈاج ہے اس میں

شعر میرا فقط منور نہیں
منکر کا استزاج ہے اس میں

یوٹیلیٹی اسٹور



سرکار کے دعوؤں سے ہو پائی خوشی ککھ بھی نہیں
ہم تم عنریہوں کو رعایت تو ملی ککھ بھی نہیں
قیمت میں سستی ہے مگر
آنا نہ چینی ہے مگر
یوٹیلیٹی اسٹور میں یوٹیلیٹی ککھ بھی نہیں



اگر ہیں بھوت لاتوں کے
تو کیوں متائل ہوں باتوں کے

وہی ہیں حنا لگی جھگڑے
وہی میلے قسما توں کے

جہادی حملے ہیں خود پر
یہ ہنگامے براتوں کے

دیے اچھاں ٹھہرے
پتیلیوں کے پراتوں کے



گئے پڑنے لگے آ کر
رجسٹر کس کے کھاتوں کے

لگائے ہیں حسینوں نے
سہجے کستنی کھاتوں کے

در حباٹاں پہ کیوں ہو تم
سکینز آتوں حباٹوں کے

جو سرے ہو گئے اونچے
لگے ہیں میرے ہاتھوں کے

بنے جمہوریت کے غم
فسانے وارداتوں کے

چند سب یونیورسل ہیں
نہ شہروں نہ دیہاتوں کے



ملے سرخس جو موٹا سا
نہ گائیں راگ ذاتوں کے

سگے ہیں جیت کے سارے
ختم ہیں کون ماتوں کے

رقیب ڈھیٹ، کیا کہنا!
بنے ہو کیسی دھاتوں کے

بنا لیں گالیاں اپنی
نہیں ممنوں لعنا توں کے

وضعداروں میں شامل ہیں
فسادی کائناتوں کے

فندائے سرخ و مای ہیں
یہ بسندے دال بھاتوں کے



ذرا منصوبے تو دیکھو
جہاں کے بے شب اتوں کے

اٹھے نہ حبار پائی سے
سز ہیں شش جہاتوں کے

لو پھر اٹھنے کو ہیں قفے
دسبر تیری راتوں کے





تکلیف دہانے

(موجودہ نئی حالات کے تناظر میں)

ڈنڈا ہے جس کے ہاتھ میں "سنڈا" اُسی کا ہے
لاٹھی بگڑے قوم بھلا کیسے نہ ڈرے
جو مانتا نہیں ہے وہ کیوں مانتا نہیں
اتنا پریس کرو کہ پریس کا لفسٹرس کرے

دانشور

عاجز بندے تو دنیا میں "کچی" سمجھے جاتے ہیں
اُدھر سے وہ ہو کے ملے تو ہم سے عزت پائے بھی
سیدھی سچی باتوں پر کیا اُس کی عظمت حسابیں ہم
اُلٹ پلٹ سی بات کرے تو دانشور کہلائے بھی



مجھے رگڑتے ہیں ایسے دیے تمہارے ہوتے ہوئے تسمگر
یہ غصہ کرنے لگے ہیں کیسے تمہارے ہوتے ہوئے تسمگر

تمہارے ہاں سے ملے ہمیشہ سفید لسی یا لال شربت
فلرٹ کرتا ہوں جام دے سے تمہارے ہوتے ہوئے تسمگر

یہ جان کر بھی کہ سب میں ہوگی تمہارے حبیبی سفید چاشنی
میں ڈھونڈتا ہوں تمہارے جیسے تمہارے ہوتے ہوئے تسمگر

گرائیوں کا پہاڑ اپنے صدائیوں پر ہی توڑا حنا
گزارا کر لوں گا جیسے تیرے تمہارے ہوتے ہوئے تسمگر



گئی تھی شاپنگ پہ ساتھ میسرے تو پر لگائے تھے روکڑے کو
بنے تھے ہاتھوں کے طوطے پیسے تمہارے ہوتے ہوئے ستر

وہ ڈاکو ہیں تو انہیں بتادو، ہنر میں لیڈر ہیں اُن سے بڑھ کر
جو بن کے پھرتے ہیں وڈی شے سے، تمہارے ہوتے ہوئے ستر

ہنر ہنر دیکھتے ہو کیا تم کہ ناز منر ماہیں انجمن میں
یہ بوجھے تھے کی لمبی نے سے، تمہارے ہوتے ہوئے ستر

میاں کو کب بات کرنے دی ہے ہمیشہ گونگا بن کے رکھا
میں زندگی بھر رہا ہوں ایسے تمہارے ہوتے ہوئے ستر

سنائے تھے چند شعر جس کو وہ مار بیٹھا ہے بیس غزلیں
ہمارے سر سے ہماری لے سے، تمہارے ہوتے ہوئے ستر



(میں بہ منزل منور آفاق)

جس جگہ ہیر مسرے ساتھ تھی ہونے والی
وہیں کیدو سے ملاقات تھی ہونے والی
اپنی تشریف پہ اکالات تھی ہونے والی
”اک تعلق کی شروعات تھی ہونے والی
اٹھ گئے ہم کہ کوئی بات تھی ہونے والی“

کوئلہ ہو گئے جیپارے کے یوں قلب و جگر
رونے والا تھا وہ شیدا ئی، وہ شیدے کا پسر
اُس کی ”باں باں“ سے لرز اٹھنے تھے یہ بام یہ در
”دیکھنے والا تھا پھر مسٹر کے کوئی ایک نظر
کیا ہوا، وید کی خیرات تھی ہونے والی“

ہم چلے آئے ہیں محفل میں، ہمیں آتا تھا
حضرت ناصح! رقیبوں کو یہ سمجھانا تھا
کب ہمیں سارا ہی جیون یہاں، ہمارا تھا
”تم نہ ملے تو یہاں سے بھی ہمیں جانا تھا
ایسی کچھ صورتِ حالات تھی ہونے والی“

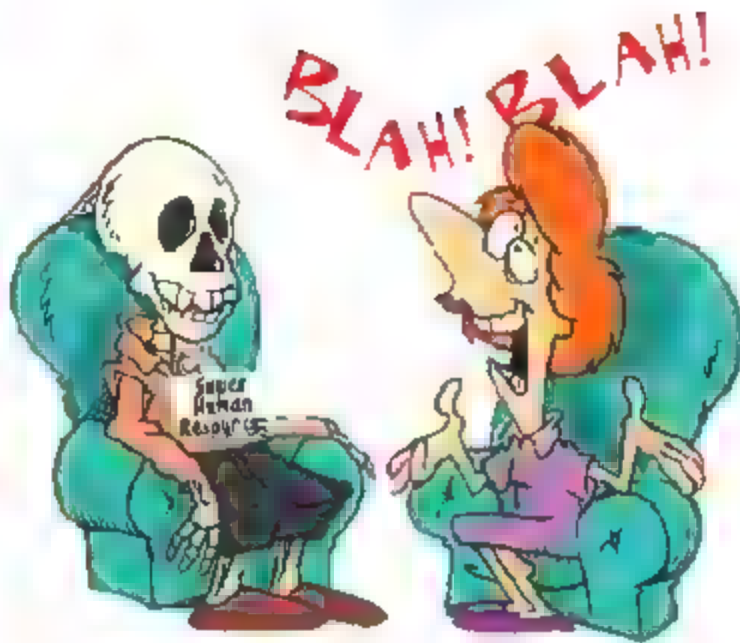
ہم تو نالاں ہی رہے انجمنِ یاراں سے
سب کو لگتے تھے سدا ”اللہ میاں کی گان“ سے
چپا ہے آواز دے کے ہم پہ یا کوئی کھانے
”ہم چلے آئے ہیں اُس حسن کے دستِ خواں سے
جب ہماری بھی مدار است تھی ہونے والی“

میرا محبوب تھا، کیا بحث میں اس سے کرتا
چوں چراں کرتا تو کچھ سنتا میں ایسا دیا
کر لئے ہاتھ کھڑے، کہہ دیا اچھا! اچھا!!
”اُس کے کہنے پہ بدل آئے ہیں رستہ اپنا
جب محبت میں اُسے مات تھی ہونے والی“

جو سرے ساتھ کیا اوروں سے کرا آئی تھی
میرے دشمن کو بھی ٹھیس گئے پہ وہ دھسر آئی تھی
اُس نے مسٹر کر نہیں آنا مت مسگر آئی تھی
”کیا ہوا؟ وقت بدلنے کی خبر آئی تھی؟“
وا کہیں چشم مساوات تھی ہونے والی“

یوں تو محفل میں سبھی لوگ ہیں نازک خوے
بھرے بیٹھے ہیں مسگر پھر بھی ہیں اسپنجوے
تھک اتنا مت ترے موزوں کی فتاقل بوے
”میں پلٹ آیا ہوں منصور معتام ہوے
اک عجب بات مرے ساتھ تھی ہونے والی“





چلبلا ہے تمہارے ہوتے ہوئے؟

یا بسنا ہے تمہارے ہوتے ہوئے؟؟

کوئی خوفِ جگت کا ”سیلنر“

بولتا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

جو تمہارا ہے وہ بھی اوروں کو

ٹاڑتا ہے تمہارے ہوتے ہوئے



تم سے پہلے تمہارے کتے کا
سامنا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

آشنا تھے سبھی سو پڑ مرتے
کون کیا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

کسی شوہر سا ہے یہ فندوی بھی
بے صدا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

اُس ساٹھر کی نہیں زمانے میں
پار سا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

سیڑا! یہ تمہارا چچہ ہے!!
نک چڑھا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

ورنہ کنجوس مکھی چوس ہوں میں
دل بڑا ہے تمہارے ہوتے ہوئے



ذکر ہوتا تھا "ہے" کے صیغے میں
اب وہ "تھا" ہے تمہارے ہوتے ہوئے

بلہ شیریں تمہیں سے ملتی ہے
بھونکتا ہے تمہارے ہوتے ہوئے

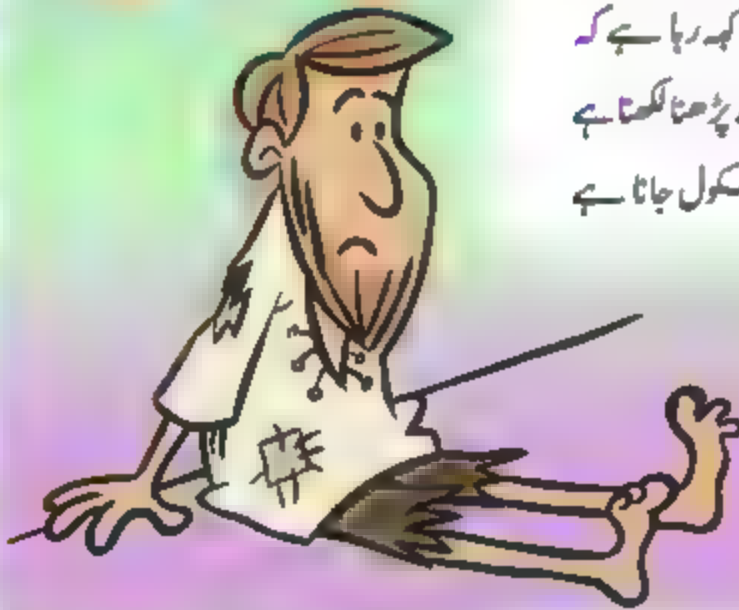
ڈم دبا کر جو ٹٹھا رہتا تھا
باؤلا ہے تمہارے ہوتے ہوئے





ناخلف پشا

اک فقیر افسردہ
دوسرے سے گویا ہمت
ہائے بخت ہے کیسا
میں تو لٹ گیا بھی
میرا ناخلف پشا
بھیک مانگتا نہ تھا
اور اس پر طرفہ یہ
اب وہ کہہ رہا ہے کہ
میں نے پڑھنا لکھنا ہے
اب اسکول جانا ہے





ایک زبان

تبدیل نہیں کرتا ہے رائے کسی صورت
کہتا ہے کہ بھیجے میں حائل ہے تو حائل ہے
آجائے اگر بن کے ارسلو بھی تو کیا ہے
فدوی تیری نظروں میں چل ہے تو چل ہے

سنگ کے پار

اُف یہ زُوں زُوں کرتے پیسے
بائے بیدل دہلائی سڑکیں
سمجھو اپنی خوش بختی ہے
پار اگر ہم زعمہ پہنچیں



کبوتر بھی تو کاں کا ہی کلیٹے ہے
پرانے حکمران کا ہی کلیٹے ہے

ہلاکت خیز میزائل ہو جتنا بھی
تری لمبی زباں کا ہی کلیٹے ہے

عیاں حیری پلک سے بھی منک — سے بھی
تو صنفِ درمیاں کا ہی کلیٹے ہے

اسی کج فہمی میں رد ہو گیا کوئی
منلاں تو بس منلاں کا ہی کلیٹے ہے

بہت سوں کے لئے ان کا نکاح نامہ
”سوسائڈل“ بیاں کا ہی کلیٹے ہے



اسمبلی میں جو شورش رہتی ہے برپا
کسی شور سگاں کا ہی کلیشے ہے

بھلا لاہور "ام" لینے کو جاتے ہو
جہاں تم ہو، وہاں کا ہی کلیشے ہے

حکومت نے نہیں بننا عنصریوں کا
بتان بے رُحناں کا ہی کلیشے ہے

بشیرہ بازی بھی ہے عشق لیلیٰ سی
پرانی داستاں کا ہی کلیشے ہے

یہ جو ہے سلسلہ پسیری سریدی کا
سریدان زناں کا ہی کلیشے ہے

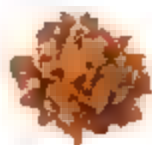
میاں خود اپنے ہی گھر میں ہے بے وقعت
یہ صدرِ پاکستان کا ہی کلیشے ہے

پکڑوں کی فہمیت

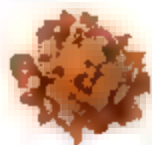


ماہ رمضان کے پکوان کی زینت کیا ہے
 سر افطار جو کھاتے ہیں بہ رغبت کیا ہے
 جس پہ دل ٹوٹ کے آتا ہے وہ صورت کیا ہے
 تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے

اتنی پابندی سے خوشیوں میں بکھیریں گھر گھر
جیسے روزوں کی طرح منسرخ ہوئے ہوں ہم پر
کھانے لگتے ہیں تو کھلتا ہے کہ برکت کیا ہے
تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے

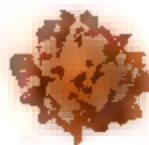


جیسے افطار پہ لازم ہیں کھجوریں شیریں
ویسے ہی سخت ضروری ہیں پکڑے نمکیں
یہ جوں جائیں تو کچھ اور کی حاجت کیا ہے
تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے



کوئی ”کچھ اپ“ کوئی ”چٹنی“ سے ہڑپ کرتا ہے
جس کو مل جائے وہ تیزی سے ہڑپ کرتا ہے
ٹھنڈے ہوئے نہیں دیتا ہے مصیبت کیا ہے
تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے

برتر از خورد و کلاں سب کو ہیں یکساں پیارے
 رال ٹپکانے کو ٹپکاتے ہیں اس پر سارے
 حد سے بڑھ کر کوئی کھالے تو قیامت کیا ہے
 تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے

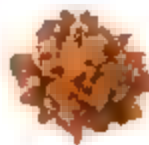


ویسے کھائے نہیں جباتے ہیں زیادہ یارو!
 صرف بارش میں ہی بنتا ہے ارادہ یارو!!
 چائے کی چٹکی میسر ہو تو لذت کیا ہے
 تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے



چائے کے ساتھ یہ مہماں کو دے جباتے ہیں
 دعوتوں میں بھی یہی ہمیش کے جباتے ہیں
 اپنے ہاں اس کے سوا زائد مدارت کیا ہے
 تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے

competition ہو تو پھر کون بھلا ہے کس کا
جس کو کہتے ہیں سمورہ کزن ہے اس کا
یہ مقابل ہو تو پھر اس کی بھی قیمت کیا ہے
تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے



combination جو کڑھی اور پکڑوں کا ہو
”مائینس ون“ نہیں کر سکتا کوئی بھی ان کو
(نیوٹرل بھی نہیں کر سکتے، حکومت کیا ہے)
تجھ کو کیا علم پکڑوں کی فضیلت کیا ہے





بیسم کے نظم کو نہ یوں زعمد کئے جا
جو کچھ بھی کہے اس پر سدا صدا کئے جا

کچھ لوگ ہیں یارب نئے ماڈل کے شکاری
ہر سال انہیں صاحب اولاد کئے جا

جب بات سیاست کی ہو، ہر نورا ہے افضل
چلوں کو ارسطوؤں کا استاد کئے جا



و پے تو نکل جاتی ہیں بھوتوں کی بھی چیخیں
میک اپ سے اے جلوہ نوشاد کئے جا

کہہ ن کے ہی حل کرتے ہیں جیون کے مسائل
بکواس نے جا بھی ارشاد کئے جا

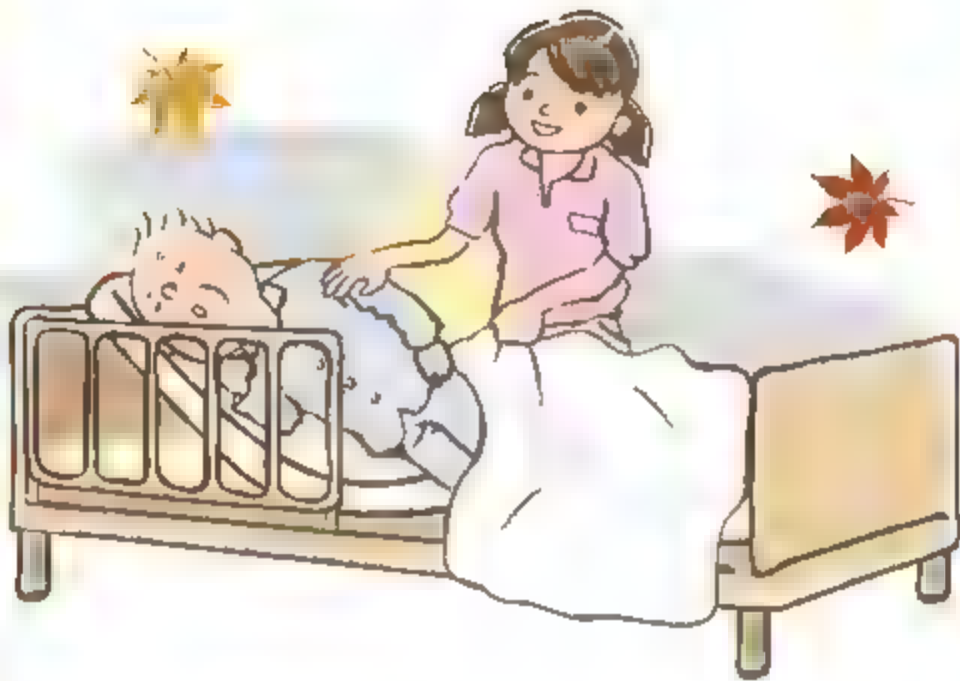
کیوں بھولیں ترے بھولنے والے تجھے آحسّر
مس کال ہی دے دے کے انہیں یاد کئے جا

دو سوئے تو جا کر میں لگا لوں کہیں ”اوہے“
جو سامنے کرتا ہے، سرے بعد کئے جا

محفل میں نہ بن جائے ترا گدا ظفر جی
بوتھے کو تو شیڑھا نہ پنے داد کئے جا



وچھیڑ ملنگاں نوں



وہ کتنا منافق ہے میں کیے بتا پاؤں
 جی بھسر کے اُسے کوسوں یا گالی کروں موزوں؟
 تو نے ہی اڑنگی دی
 اور مجھ کو کیا رنجی
 اب کر کے عیادت یوں نہ چھیڑ ملنگاں نوں



آج کے دن ہے بھی کارگزاری اپنی
اُن کے کوچے سے ابھی کارگزاری اپنی

ہم نے مارا ہے بڑا تیسر کوئی اپنے تئیں
اور ہے ”ماں کی ہری“ کارگزاری اپنی

جب محلے میں حاسقت کا کوئی کام ہوا
سب نے حسانا ہے کوئی کارگزاری اپنی

اُسی کاوش پہ نکالا گیا ہندوی کا جیلوس
جس کو سمجھا تھا بڑی کارگزاری اپنی



ہاں سے ڈینگ نہ مارو کہ یہ یوں ہے جیسے
کہے بہت سی سے ہتی کارگزاری اپنی

منڈوں کھنڈوں پہ ہی کیوں "بھونڈے" کا الزام
دیکھ کچھ تو بھی اری کارگزاری اپنی

آئیں سروں کی بڑی دھانسو قسم کی کالیں
ہائے کس کس پہ کھلی کارگزاری اپنی

کوئی بیچارہ سر راہ بنا اسٹیکر
اور ہے اُن کو خوشی کارگزاری اپنی

اُس کی وڈیو بھی بنا رکھی ہے بی سریم نے
وہ جو ہوتی ہے نجی کارگزاری اپنی

پہن کر حسین جو زریون کو دکھلائی ظفر
متابل فخر "کری" کارگزاری اپنی



قوم کے مقدر سے جو ہمیشہ کھیلا ہے
ان دنوں وہ لیڈر بھی نیلسن منڈیلا ہے

زر کی لائنری میں سے ہو کے چودھری آیا
بوسکی کے کپڑے ہیں، ٹنڈ پر بھی سیلا ہے

بھوت عشق کا اتنا ڈھیٹ بھٹا، سو کیا کرتا
حسن نے بنگلہ آمد نطق کو "چڑیلا" ہے

مختصر دقوے کی پوچھ پاچھ کیا کرنی
چار روزہ دنیا میں دو دنوں کا میلہ ہے



فرتوں کے بعد اکثر وصل کی یوں بخشش ہے
سردیوں کی بارش ہے، سامنے گھبرایا ہے

یوں کنفیوژ ہیں جذبے، کچھ سمجھ نہیں آتا
کون کس کی لیلیٰ ہے، کون کس کا چھیدا ہے

گاہ پھول جاتا ہوں، گاہ میں پچکتا ہوں
کھیر کو لپکتا ہوں، بھگ میں کریدا ہے

آج شوم ساقی بھی آیا موج میں کیے
ہائے جام میں جیسے میکدہ اُٹڈیا ہے

شعر کی جگالی سے کون روک سکتا ہے
چوکڑی سخن کی ہے اور ظفر بھی دبلا ہے



اک بال



ہر بار ذرا وکھرا سٹائل مسرا ہوتا
ہر بار کسی اور ہی آہنگ سے جھتا
آرائش گیسو تمہیں آتی نہیں ورنہ
اک بال بھی سورنگ سے سوڈھنگ سے جھتا



کچھ شاعروں نے خون حب لایا ہے دیر تک
ہر شعر بار بار سنایا ہے دیر تک

ناخن چبائے دانت سے اس نے بھی وصل میں
ہم نے بھی اپنے سر کو کھجایا ہے دیر تک

چمڑ کے گی بزم میں وہ حبرائیم کش دوا
گویا رقیبوں کا تو صفایا ہے دیر تک

تیسری ادا کے پیچھے ہوئے خوار ہم بہت
تیری دمنانے آگے لگایا ہے دیر تک

اتنا سہی بچا ہوں سو "تھوڑا" قسبولیے
مجھ کو تمہارے غم نے چسبایا ہے دیر تک

علمائے فیس بک میں چومنے تھے خط کے
ہر مسئلے پہ سینک لایا ہے دیر تک

بہوی کے واسطے کوئی کسائی کھولتے
کچھ نہ بھی کر کے ہاتھ بٹایا ہے دیر تک

اہل شہرک کی اشتہاء تو کھولنے لگی
جلوؤں کا سلوہ کس نے پکایا ہے دیر تک

بجستارہا ہے کوئی پٹے ڈھول کی طرح
گیتوں میں میرا ضبط بے پایا ہے دیر تک

---ق---

یہ عنقوان خنکی کے ایام ہائے، ہائے!
آیا تو کسما کے دکھایا ہے دیر تک

بیٹھا تھا اپنے ہاتھ کو میں تاپ-تاپ کے
سو اس نے اپنا ہاتھ تھمایا ہے دیر تک

وہ بھوتی سپرٹیل ہی بن پائی ہے ظفر
میک اپ اگر چہ اس نے کرایا ہے دیر تک



سیاست و اقتدار



سب سیاستدان بن کر رہ گئے کٹ پتلیاں
 جو سیاستداں نہیں، اُن کی سیاست دیکھئے
 تیرے جیسے رہنما ہیں کن ہواؤں میں میاں
 سب سیاستدان بن کر رہ گئے کٹ پتلیاں
 چور رستے سے جو آئیں مقتدر ہیں حباوداں
 اہل سازش کی ازل سے ہے حکومت دیکھئے
 سب سیاستدان بن کر رہ گئے کٹ پتلیاں
 جو سیاستداں نہیں، اُن کی سیاست دیکھئے



انٹ ہیں جو کہتے ہیں کہ ملک کا سسٹم الٹا ہے
الٹا ہو کر دیکھیں تو یہ سیدھا ہے

سو کے اٹھا تھا سو ہم نے بھی بول دیا۔۔۔ کیا غلط کیا؟
سچ تو ہے، جو سوتا ہے وہ ”کھوتا“ ہے

ایسا بھی ہے ایک۔ ادارہ اپنے یہاں
جس کا ہر اک ”گائے“ مقدس گائے جیسا ہوتا ہے



اب تو مجھندر ہر آئے دن یوں برسائے پھرتے ہیں
ہر مشکل کا حل ہی جیسے ڈنڈا ہے

تجھ کو ”مہینا“ کہتا ہے تو ”ایویں ای“ کھولانہ کر
جو بولے خود ہوتا ہے

ہم نے دیکھا ہے یہ سدا
جو دنیا میں خود سر ہے وہ منہ کے بل ہی گرتا ہے

دانشور ہے یا ہے بونگا کہہ نہیں سکتا میں مطلق
ایسی شد و مدے بخشیں کرتا ہے

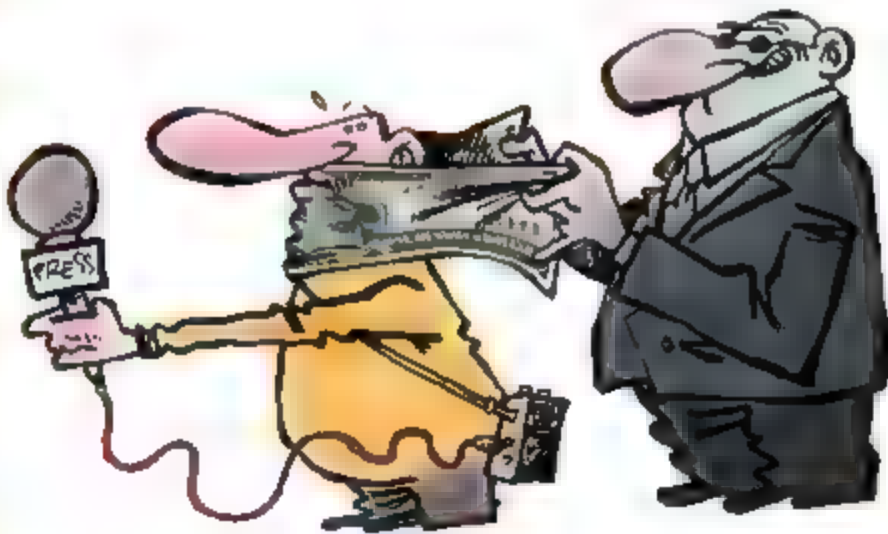
اُس کو گلہ ہے، مجھ چھوٹی سی لڑکی کے فیشن پر عریانی کی تہمت ہے کیسی؟
احسان بڑا سا پریت بھی تو ”نانگا“ ہے

وہ بھی اپنے حسن پہ اٹھلاتی پھرتی ہے ادھر ادھر
جو لڑکی کم ”بیجا“ ہے

جانے عقد کے موقع پر سہ بار قبول امتا کیے
جس کو شوہر کہتے ہیں وہ ازل سے گونگا گونگا ہے

قیمت لگ جائے تو اپنے قلم کو ہی نیلام کرے
اور صحافی بنتا ہے

حسن کا فریفتا نہیں ہے اسی لئے شاعر کا ”کرشن“
شعر سنئے حباتا ہے





تاز میں نارکا ہے باپ، ارے باپ رے باپ
تازتے پھرتے ہیں کیا آپ، ارے باپ رے باپ

ہفشل نیسکی تو ہوتی نہیں سوکھی پھوکی
یہ تو ہے باپ، مہا باپ، ارے باپ رے باپ

ہائے یہ نوکب زیاں ہے مسری گھسروالی کی
یا بسولے کی کڑی لاپ، ارے باپ رے باپ



کب وہ آوازے پہچان سکے، کس کی ہے
اسپ وخر کی یا تری چاپ، ارے باپ رے باپ

و یکسینیشن نہیں "لسترول" ہے عاشق کا علاج
یہ کرونا کا نہیں تاپ، ارے باپ رے باپ

جام سادہ انہیں خوش آتا نہیں ہے مطلق
ساتھ درکار ہے کچھ باپ، ارے باپ رے باپ

حسن بگڑا ہو تو کچھ کام نہ آئے اپنے
کوئی منتر نہ کوئی جاپ، ارے باپ رے باپ

کس سے کیا بات کہی تھی کہ لئے آتے ہو
گال پر ہاتھ کا اک تاپ، ارے باپ رے باپ

خواب میں رقصاں رہا خواجہ سراؤں کی طرح
ڈھول کی اتنی سنی تھا پ، ارے باپ رے باپ



عقد کے بعد کھلا شادی شدوں پر اکشر
کالنج کی نار تو ہے ڈاپ، ارے باپ رے باپ

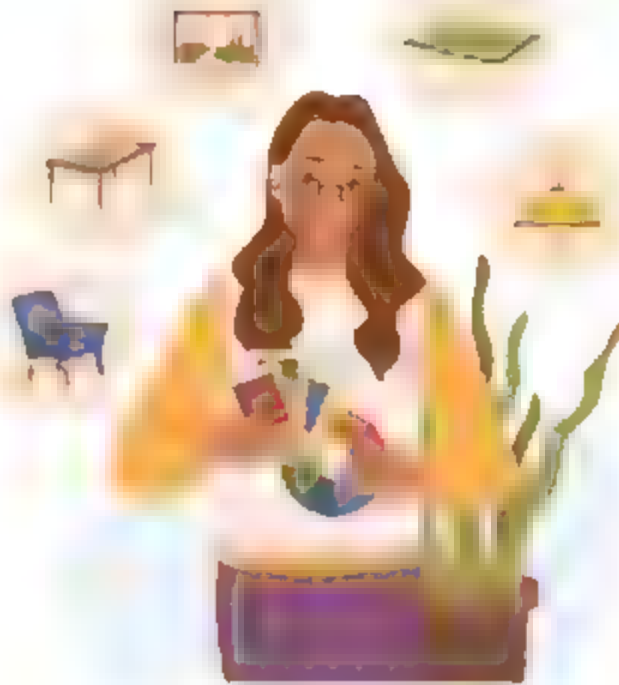
جس نے نالنج کے بھی جے تھے ہمیں سے پوچھے
بورڈ میں کر گیا ہے ٹاپ، ارے باپ رے باپ

آج تک اپنے فساد کی کو سمجھتا رہا وہ
کوئی لونڈا ہے سڑک چھاپ، ارے باپ رے باپ

تو بھلا! خاک غزل لکھی ظفر صاحب نے
دل سے نکلی نہ اگر بھاپ، ارے باپ رے باپ



میچنگ



کورس کر آئی ہے ہوم ڈیکور کا
 یا سبق پڑھ لیا ہے ”ختم خور“ کا
 مانگنے لگ گئی ہے وہ مجھ سے طلاق
 میری بیوی نے سمجھا ہے اس کو مذاق
 کہتی ہے میں ہوں گھر میں خلافِ ترائیں
 میری صوفوں سے پردوں سے میچنگ نہیں



محبت کے سبق سارے میاں کو یاد بھی ہوں گے
پکیں گے گونگو تو مائل منہ یاد بھی ہوں گے

ہمیشہ کان پکڑانے نہیں ہیں زندگانی نے
”ہوئے ناشاد جو اتنے تو ہم دلشاد بھی ہوں گے“

فراڈی ہاؤسنگ اسکیمیں وہ دن بھی دکھائیں گی
فلک کی چست کے نیچے ہم کبھی آباد بھی ہوں گے



یونہی تعسیم جو ملتی رہی منسلوں ڈراموں سے
امور عشق میں بچے کبھی استاد بھی ہوں گے

نہتے اس مستدر بھی نہ رہیں گے امتحانوں میں
ہمارے ہیلپر کے طور پر ہمسزا بھی ہوں گے

جو منڈوں کھنڈوں کی منہ زوریوں کو روک نہ پائے
یقیناً ایک دن مادر پدر آزاد بھی ہوں گے

یونہی تقلید کرتے پھرتے ہیں غیروں کی "اپنے وا"
یقین مانو! انہیں کے ساتھ وہ برباد بھی ہوں گے

زمانے یہ سبق تیسرا کبھی نہ بھول پائیں گے
جو تیرے صید ہیں کل کو وہی صیاد بھی ہوں گے

نکالو گے جنہیں تم ڈنڈا ڈولی کر کے حبیبوں سے
سنا ہے کل کلاں وہ شامل رواد بھی ہوں گے

محبت کوئی حسلوہ ہے کہ گرما گرم مسل جانے
رقیب روسیاء ہوں گے تو لاتعداد بھی ہوں گے

ہمارے ہاتھ میں ڈنڈا رہا تو ستاں خیراں ہیں
ہمیں کسزور پائیں گے تو وہ فولاد بھی ہوں گے

چلاتے ہیں جو شمشیریں سپر بھی چپائیے ان کو
اگر وہ شعر کہتے ہیں تو پھر نفاذ بھی ہوں گے

ظفر اس وہم نے کتنے مسراسم توڑ ڈالے ہیں
ہمارے شعر سن کر وہ ہمد تن داد بھی ہوں گے





شیور کی مرغیاں

بٹوہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری طرف نہ دیکھ!
بھاؤ میں اوج پر ہوئیں شیور کی مرغیاں
ستے سے سستا تر ہوا انسان آج کا
مہنگی سے مہنگی تر ہوئیں شیور کی مرغیاں

کلا

اب اس کو کچلا ہی کا طعنہ ہے بے سبب
کیا کیجئے کہ کھوٹا بھی ہونے کا ہے جواز
اخلاقیات اس کو سکھانے سے وناکدہ؟
لوٹے کے پاس لوٹا بھی ہونے کا ہے جواز



میں نے اُس سے کہا، بھول ہو جاتی ہے، آدمی ہے سوائل معافی ہے وہ
اُس نے سر کو نفی میں ہلا کر کہا، آدمی تو نہیں ہے معافی ہے وہ

صورتِ عشق چائے بھی ہے قہری، اس میں سٹا مسل کوٹین ہے زہری
کتنی رغبت سے گھولوں اُسے خون میں جیسے ہمدرد کی کوئی صافی ہے وہ

آج کل کی سیاست یہی ہے کہ اگلے کو بجی دکھا اور کبھی ٹکا
سیڈ رقوم سے کیوں گلہ کیجئے، کیا ہے جو موجودِ عدہ حسانی ہے وہ



میں نے جا کر قیوں میں سروے کیا سب سے بقی ہے اس کی ہوائے مرے
مجھ سے جب بھی ملائیز ہا ہو کر ملا، دیکھنے میں تو حنا صا کافی ہے وہ

کیوں معیشت کا کوٹا نہ ہو بے خبر! بین الاقوامی بنیا لگے چارہ گر
جو بھی حل لے کے آیا ہے کافی ہے وہ، جو بھی نسخہ بتایا ہے سٹانی ہے وہ

ناک شو میں فریقوں حریفوں میں تو ساری تلوار بازی ہوئی ہوئی
اپنے اُپلوں کو مر مر کہا جاتا ہے، نہ میں اعدا میں، نہ گرانی ہے وہ

تو نے سمجھ وکیل عدالت کو کیا، اُس کے آگے تو ابلیس بھی کچھ نہیں
جھوٹ بکنے میں پانی سا ہے وہ رواں اور سچ کی طرح واسٹا کافی ہے وہ

جو ظفر ہے ترا، بے ہنر ہے نرا، مسخرے پن کو کہتا ہے وہ مشاعری
کیا سنوں اُس کی بیکار غزلوں کو میں، کیا کہوں کتنا لانی گزانی ہے وہ



(عس برغل اور آزاد)

بنے ہیں بھونڈ بھی غنوار چسل کے دیکھتے ہیں
 سنبھالے شیخ ہیں دستار چسل کے دیکھتے ہیں
 کئی رقیب ہیں شمار چسل کے دیکھتے ہیں
 ”چلو کہ کوچہ دلدار چسل کے دیکھتے ہیں
 کے کے ہے یہ آزار چسل کے دیکھتے ہیں“

جو ڈاکٹر بھی مقدر نے آزمایا ہے
 ہمیشہ اس نے تو ہٹھ مسرا بٹھایا ہے
 کہ جو کمایا ہے، بس مجھ سے ہی کسایا ہے
 ”تنا ہے ایسا مسیحا کہیں سے آیا ہے
 کہ اس کو شہر کے پیار چسل کے دیکھتے ہیں“

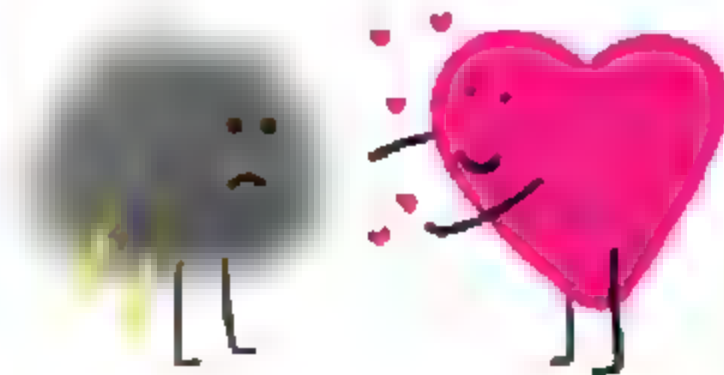
ٹار کر کے مری ساری سیلری اب تو
تیار ہو کے چلی آئی پاررے وہ
اُسی نے لوٹ کے آتا ہے آج میلہ، گو
”ہم اپنے بُت کو زلیخا لئے ہے یوسف کو
ہے کون رونق بازار چپل کے دیکھتے ہیں“

دل دریدہ ہی اُن جہلوؤں سے نہیں سلتا
ہمارا یوں بھی گل آرزو نہیں کھلتا
ستم کا جو یا ہے گھر سے کبھی نہیں ملتا
”غنا ہے دیر و حرم میں تو وہ نہیں ملتا
سواب کے اُس کو سردار چپل کے دیکھتے ہیں“

جس یار ہلائے ہوئے گو دھرتی نہیں
تمام خلق خدا اک اُسی پہ مرتی نہیں
یوں کہنے کو تو زیادہ بہت سنورتی نہیں
”اُس ایک فخص کو دیکھو تو آنکھ برتی نہیں
اُس ایک فخص کو ہر بار چپل کے دیکھتے ہیں“

دور ہجر میں رہتے ہیں سنائے سے
 رہیں گے اور جدا کتنی دیر چائے سے
 بھلا سمجھتے ہیں کاہے کو بن بلائے سے
 ”وہ میرے گھر کا کریں قصد جب تو سائے سے
 کئی قدم درو دیوار چل کے دیکھتے ہیں“

یہ دل نشانہ کسی چشمِ نیم باز کا ہے
 کہ جس کو ڈر ہے خدا کا نہ خوف ”لاز“ کا ہے
 یا صید خود وہ مرے تیرے نیاز کا ہے
 ”فراز“ اسیر ہے اُس کا کہ وہ فراز کا ہے
 ہے کون کس کا گرفتار چل کے دیکھتے ہیں“





اگرچہ ہے نری بوتل ذرا خیال رہے
ہمارے ٹیس کا ہے موڈل، ذرا خیال رہے

ہر ایک لیڈ رقوی پہ باری تو نند کا ہے
نہیں ہے کوئی بھی چرچل ذرا خیال رہے

صحافیوں کا بھی معیار بڑھ چکا کب کا
لفافہ بن گیا سنڈل، ذرا خیال رہے

نہ محتامن کبھی دست پریم بھولے سے
نہ چھوڑے گا تمہیں کبل، ذرا خیال رہے



اب اس قدر اُسے پھوڑنی نہ دکھلاؤ
سمجھ نہ لے تمہیں انکل، ذرا خیال رہے

یوں لڑکھڑاتے ہوئے بھی نہ چلن منزل کو
کہ جیسے ٹوٹی ہو چسپل، ذرا خیال رہے

ترقی ہوتی نہیں تیل کی درآمد سے
ہوں آگہی کے بھی بیرل، ذرا خیال رہے

کہیں یوں جذبہ انسانیت نہ کھو بیٹھو
کہ ڈھونڈ پائے نہ گوگل، ذرا خیال رہے

تجاوذاست سے پرہیز لازمی ٹھہرا
کرو نہ بوتھے کو جنگل، ذرا خیال رہے

تو پیش باس ہے نادان! چپا ہے ہو کہ نہ ہو
ہلانا فرض ہے پوچھسل، ذرا خیال رہے





نہ آپ کھائے نہ کھاتا کسی کو دیکھ سکے
وہ راست باز ہے سڑیل ذرا خیال رہے

محبتوں کو بہت easy مت لیا کیجے
معاملہ ہے crucial ذرا خیال رہے

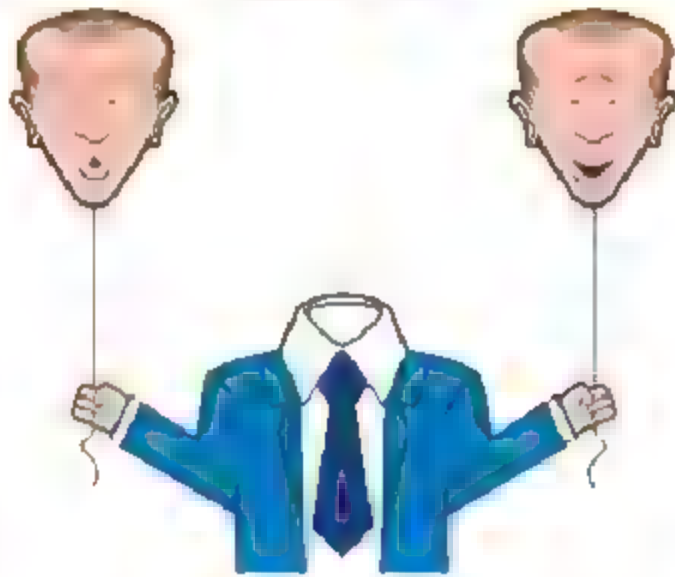
جو دینے سے نہیں ٹلتے ہیں اوکھلی میں سر
انہیں دکھانا کیا موصل، ذرا خیال رہے

پدھاریے تو ذرا کان ہوں اٹینشن سے
نہ ہوسری کا وہ ہوٹل، ذرا خیال رہے

مشاعرے میں غزل گاکے ہی سنانا تلفظ
سخنوری کی ہے شکل، ذرا خیال رہے



منافقت



مہنگی تھی بجلی اس قدر، بارہ روپے یونٹ تھا کل
 اب اس قدر سستی ہوئی، باون کا یونٹ ہو گیا
 سب کو پریشانی تھی، چین آتا نہیں تھا ایک پل
 مہنگی تھی بجلی اس قدر، بارہ روپے یونٹ تھا کل
 صدر شکر کہ بدلی حکومت، مسئلے کا نکلا حل
 اب پڑ گئی ہے ٹھنڈ، جو چاہا فساد ہو گیا
 مہنگی تھی بجلی اس قدر، بارہ روپے یونٹ تھا کل
 اب اس قدر سستی ہوئی، باون کا یونٹ ہو گیا



کس لئے سچائیوں سے کوئی اپنے جسم کی ہر رگ بھسے
سارے ہی سٹم ہیں اب کے بگ بھسے

جب کوئی آئے، عجب سرشاریوں کی کیفیت میں ہو مگر
جب ترے کوچے سے نکلے، اضطرابی کیفیت میں لے لے ڈگ بھرے

ذکر لیلیٰ سے میاں مجنوں نے بھسری تو نہ اپنے ذوق کی
جس طرح انگوٹھیوں میں نگ بھسے

عشق کیسا از دو اجی چو مکی لڑنے لگے
گوشہ تنہائی میں ہم جا کے بیٹھے، لے کے جب چائے کے دونوں گ بھرے



بن کے بیٹھے ہیں اگرچہ فاختائیں امن کی باہم منسرتی
دونوں کے لہجے ہیں لیکن سنگ بھرے

کیا ستم ہے، ہر زمانے کے وہی ہیں چودھری
جن لکوتوں کی وجہ سے آتش و خوں سے یہ سارا جگ بھرے

ہین الاقوامی بھکاری ہیں، ہمارے ہاتھ میں کسکول ہے
اور سر ہیں پگ بھرے

لیڈران قوم ہیں۔۔۔ وہ تو کسی کو بھی نہ دیں اپنا بھنا
ہاں مگر درکار اُن کو کارکن سب یک بھرے

حسن کے لشکاروں نے کتنوں کو اندھا کر کے رکھ ڈالا ظفر
جس طرح آنکھوں میں مرچیں ٹھگ بھرے





سچ پر کیونکر ہو جاتی ہے سب کی رائے گڈ مڈ گڈ مڈ
میں بھی شش و پنج میں کیوں ہوں، آپ بھی وائے گڈ مڈ گڈ مڈ

دودھ میں پانی تھا یا نہیں تھا، ہم نے یہ تو پوچھا نہیں تھا
دودھ میں پانی تھا تو کیسا؟ بنی ہے چائے گڈ مڈ گڈ مڈ

اب صنفی بے راہ روی کی اُلٹی گنگا بہہ نکلی ہے
آج کی میڈم ڈرنٹی میسری، آج کا گائے گڈ مڈ گڈ مڈ

یہ ہے صحت، اس میں صداقت ہوتی ہے مرہون وضاحت
تیسرا بیس بھی اکڑ بکو، میسری بھی رائے گڈ مڈ گڈ مڈ



وعدے عذر کے ہنگر پر ہیں، جسمیں مجبوری کے سر ہیں
آپ نے کر کے رکھ ڈالے ہیں کئے کرائے گڈ مڈ گڈ مڈ

ایک ہے لیڈر، ایک قصائی، پر یہ بات سمجھ نہ آئی
ذکر ہو جب بھی اس کا، اس کا، ہو ہو حباے گڈ مڈ گڈ مڈ

چکر م ہی کب نظروں میں ہیں اور بھی خاصے خبروں میں ہیں
سیدھے سادے لوگوں کے اعمال بھی پائے گڈ مڈ گڈ مڈ

عقل کچھ ایسی الٹی سالی، کھانے والی آنکھ میں ڈالی
”اے وا“ یوں کرنی کب تھی یوز دوائے گڈ مڈ گڈ مڈ

پوچھوں کیا نقاد سے کیا نی اس کی کون سی کل ہے سیدھی
گتے ہیں خود اپنے سخن کے ہی پسیرائے گڈ مڈ گڈ مڈ



چند باتیں



اندھے نے گھما دینی ہے ہل جائے جو ڈانگ
یہ اس کی بلا جانے کہ رائٹ ہے یا رائگ
رائے سے رجوع کرنا کہاں آتا ہے
ہلکے کا تو محور ہے فقط ایک ہی ڈانگ



آپس میں وہی تذکرے کے لائق ہیں
لائق ہی نہیں ساتھ میں وہ مشائق ہیں
کنفرم پڑھے لکھے ہیں کیانی صاحب
انگریزی کی منلوں کے اگر مشائق ہیں

اس حکم کو اب حلق روا بھی نہ کہے
جو چاہے کریں، ان کو برا بھی نہ کہے
دولتی جمانے کا بھی وہ شوق رکھیں
اور اس پہ انہیں کوئی گدھا بھی نہ کہے



پانی کبھی بارہ نہ دکھائی دے گا
ایسا دل سادہ نہ دکھائی دے گا
جو ہے وہی دیکھو گے منعک ہو کر
پہلے سے زیادہ نہ دکھائی دے گا



کھاتے رہیں وہ ماحضر ممنوعہ
اٹھے نہ کبھی ان پہ نظر ممنوعہ
مخلوق حنائی ہے اسی کوشش میں
ہو جائیں الیکشن حجر ممنوعہ



چوری کی رپٹ مٹانے جو لکھوائے گا
نقصان سوا چوری سے بھی پائے گا
جو بچ گیا چوروں سے وہ گھر کا ساماں
چوری کے اسی کیس میں لگ جائے گا



چلتا نہیں یوں کام چلا لینے سے
دل سے ہی دمبہر کو لگا لینے سے
یہ بات کسی کی وہ کہاں سمجھا ہے
مہربان نہیں کوئی نہ لے لینے سے



سیل فون کو کانوں سے لگا کر پرگلا
بیٹھا رہے اک ٹانگ پہ کب تک پرگلا
سمجھو کہ اسے اور ہمیں کچھ کہنا
جب کہنے لگے "اور سناؤ" اگلا





ہوں گے کہاں ہم جیسی بلاؤں کی طرح
پرہیز کو لیتے ہیں سزاؤں کی طرح
سب ویسے "وفا دار مرض" ہوتے ہیں
کھاتے ہیں دوائیں بھی غذاؤں کی طرح



کانٹے ہیں تو رستے سے ہٹا دے کوئی
جو ہنسی ہے قیمت وہ چکا دے کوئی
اپنا تو الیکشن میں یہی دھندہ ہے
ہوتے ہیں کھڑے یوں کہ ہٹا دے کوئی



کھانے کا جو پوچھو تو سبھی جیتے ہیں
پیتے ہوئے دیکھو تو لہو پیتے ہیں
وہ مترض اڑانے کے لئے ہیں لسیڈر
ہم مترض چکانے کے لئے جیتے ہیں



اٹکائے ہوئے ہے یونہی کوئی ناکہ
روکے ہے پلپٹا ہمیں مونچھوں والا
کھسکا دیں اگر نوٹ کسی مٹھی میں
مل جبائے گا گھر جانے کا ہم کو دیرہ



دل ہے کہ کبھی کا ہے سہرا ایک شدہ
آنکھیں ہیں کہ تا دیر مری ہیک شدہ
گزری کوئی کالج کی زنانہ بس ہے
یا حسن کسی ڈبے میں ہے پیک شدہ



شوباز حکومت رہی نامسردی میں
اس ملک کا کوٹہ اکیا سیدردی میں
پہلے تو فقط بوٹ پہن رکھے تھے
اب ڈیو کر لیں بھی ہے فصل وردی میں



برتاؤ ترا فدوی سے رف ہے حبا ناں
اسٹارٹ ہمیشہ بے سلف ہے حبا ناں
گفتار میں کردار میں ویسی ہے اکڑ
جیسے تیرے کپڑوں میں کلف ہے حبا ناں



اقدار مقدس کا میں محرم ٹھہرا
بیگم سے مگر جھوٹ بھی پیہم ٹھہرا
مانا کہ ہے سچ بولنا لازم لیکن
حباں اپنی بچانا بھی مقدم ٹھہرا



کچھ اور بھی دروہی کہانی ہو گی
گفتار ہی گالی کی زبانی ہو گی
شامت ہے معیشت کی ڈرائیو رکیانی
سو تیسرے کبیر پہ گرانی ہو گی



نویں ظفر کیانی کی مزید کتابیں

کچھ میٹھا ہو جائے

جہانِ دگر

اور بارش ہو

میں اور چراغ

مہمان

انس طرح تو ہوتا ہے

تختے کے رنگ

ڈنکے کی چوٹ

ڈھول کا پول

کھری کھری

زبانِ درازیاں

ارے!

دگر دگر

قتلم مستیاں

مکتبہ ارمغانِ ایتسہ